

تاریخ
2346
25-1-32

میتاوی دیو

میتاوی

میتاوی

میتاوی

میتاوی

میتاوی

میتاوی

ناول

تشنای دہلی

مصنف

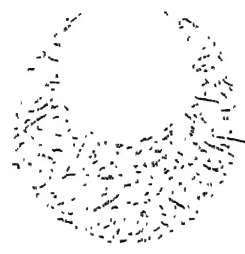
محدثجاو مرزا بیگ دہلوی

طبع و اشاعت: دہلی، پریس حیدر آباد

چاپ و اشاعت: دہلی

قیمت فی جلد

۱۰



دیباچہ

دل کے ٹکڑے ہوئے جاتے ہیں مگر مرغِ چین آج کچھ نالہ بالکان دگر کرتا ہے۔
 افسرِ افسانہ اگرچہ دلی وہی ہے مگر دل بالکل اسکے سامان نہیں۔ بے فکری کا زمانہ ختم ہوا
 حبشہ و اہرام کے دن گئے۔ اب نہ سیرِ باغ سے نہ مجلسِ احباب۔ پہر وہ دل خوش کن
 باتیں اور سب سے گنتی بخش شکل کہاں!

میر سے دوستی اگرچہ سہاوردگی میں ہے مگر دل کی آنکھیں تمہاری طرف نہیں لگی۔ وہی
 زمین تھم گیا گئے گویا دنیا پر سر کے تصرف کے لئے۔ ان کے اٹھ گئے۔ ہاں جب تصدق پڑا
 تو اس کی ہر بات پر ہر جگہ پر کلمہ پڑھا۔ یہ سارا رٹ چلا رہا ہے۔

کیا پتہ ان دنوں کا کوئی ایسا کلمہ ہے جو دنیا میں لگاؤ سے بے نیاز کر دے۔
 یاد کرتے تھے۔۔۔ مہمان کے دل سے سب سے جتنے جتنے اور ہمارے ساتھ تھے اور دلی دوسرے
 پر سب سے جتنے تھے۔ ہزاروں امیدوں اور اور غمِ خیال سے کہ انہماک تھا بھی نہ کلمہ کا

نقص تھا کہ تین منٹ غری کا دعویٰ نہیں کرتا۔ اگرچہ میر کا دین وہ جادو جو سب سے بڑا ہے۔
 سہا جب میں عربی کہوں میں افسرِ کلاس دن بڑبڑاتا تو میر سے یہاں سے۔ یہی دوسرا وقت وہی۔
 دوسرے تھے کیا گفت اور افسانے کے روبرو رہتا تھا۔ یہ بھی میں عود کا در شب میر سے غری ہے۔
 دوسرے دن سے مجھ پر خون سے زیادہ ریاست ہے۔ آج کوئی نصیب انہماک نہیں کہ میر کا دین ہے۔

مولاوی ناصر

فراتھیر واجی آیا

نماز جمعہ ۱۰ بجے۔ لینا مسجد میں نماز پڑھنے کا قلاب زیادہ ہے۔

وقت تنگ۔ چہ تم آپ ہی دیر لگا رہے ہو۔

پانچ منٹ کے بعد مسٹر ناصر نماز سے خارج ہو کر واپس کی کوشش وانی ترکی

ٹوپی پتلون ناپا جاس۔ نہایت عمدہ ولایتی بوٹ ڈانٹ سگار اڑا رہے تھے۔

دو لون نے مصافحہ کیا اور واکنگ کے لئے چل کھڑے ہوئے۔

صبح سے سینہ سینے آنکھ نہیں کھولی کہی کم اور کبھی زیادہ برابر برتا رہا۔

کر کے کہیں چار بجے فراتھا تو بے چارے طبیعت ان کو جو دن سرگرم رہیں بیٹھے بیٹھے اندری

تہوں فوست ملی کہ سبزہ زار اور باغوں کی طرف سے ہواؤں سے لہلاہٹیں ہوسم ہر سات

ان کی طرف سے لہلاہٹیں لہلاہٹیں رہتا ہے جو نیچے کی بے انتہا خوشنما ہواؤں سے

نما۔ سبزہ زار کا رنگ۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کا چلا۔ پرسندوں کا طرز سے

ابر حق آہٹ۔ خود بخود ہواؤں کی ہوا۔ پشیمانی گراؤں سے ان کا تمام جسم

ترش و ترش ہو گیا۔ سبزہ زار کی سبزگی سے ہواؤں کا رنگ بھی

کے لئے بڑی اجرو چاروں کے چہرے آگے آئے۔

حکام نے جن کی طبیعت میں ہواؤں سے چہرہ اتر کر کٹ کر کٹ کر پڑا تھا

ہواؤں کے کٹاؤں اور ناصر کے ساتھ طبیعت میں ہواؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں

دو تو جو ان کی سرنگ پر سر سے ہر لمحہ کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں

کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں

کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں

کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں

کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں

کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں

کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں

کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں کے کٹاؤں

نچھپوٹ کا بس بڑا زار وں کو رہا پس آتے ہیں پناہ کی طرف سے۔
 نگہ کام کرتی تھی سبزہ ہی سبزہ پہیلا ہوا تھا مشرق اور مغرب میں سبزہ زار کے ہتمام
 پر سنگ سنج کی دو عالیشان عمارتیں واقع تھیں جو اس وقت روئے زمین پر اپنا ثانی
 نہیں رکھتیں مگر افسوس کہ زمانہ ان کی نقشوں کو بے مہر خوب رویوں کے دل سے نقش
 و نما کی طرح مٹاتا جاتا ہے اور بہت کچھ مٹا چکا ہے۔ یہ عمارتیں جانتے سمجھتے قلعہ دہلی
 میں جو اس وقت اس مقام کے حُسن کو دو بال لکے ہوئے ہیں۔ قلعہ کے نیچے دریائے
 جمن لہریں مارتی ہیں۔ باہر اور اُس کی کنارہ ایک نیلگون کوٹھی حامد کے
 دلو لپا رہی ہے کہ اُس کی پاس کیوں نہ ہوئی۔ شمال میں کوٹھی سے ذرا بہتے کر ایک
 سنان سترک فیض بازار تک جاتی ہے۔ اس سترک کے کنارہ کنارہ دو نو طرف خوشنا
 درخت اس طرح چھپائے ہوئے ہیں کہ موسم گرما میں ہی آفتاب کی شعاعیں بڑی جدوجہد سے
 سترک پر پڑتی ہوں گی۔ درختوں کے نیچے نیچے دریا کے چوتے چوتے چھوٹے دریا
 لگے ہوئے تھے جن کو مالی ہمیشہ ہم قدر کہتا ہے۔ اس سترک سے ذرا فاصلہ پر درختوں
 کی دوسری طرف ایک چوٹی سی نہر میں سنہری سیجی سسکے۔ نیچے سے بہتے ہوئے گھر گھر
 دو تھک چکی ہوتی سبزہ۔ نہر کے مغرب کو جانب تھوڑی دو تھک سبزہ پہنچا رہا ہے۔
 اور سبزہ میں کچھ جگہ کی دھندلی سبزہ سترک کے سجواؤ طاقتور اندری واقع ہیں اور ان کے درمیان
 ایک نر کی سترک کٹی ہوئی سبزہ جھنڈی سترک کے نام سے مشہور ہے۔ اس سترک سے

سبزہ سے سبزہ تک پہنچ رہی ہے۔
 بہتر ہے کہ سبزہ کی گنگا کیونکہ آفتاب غروب ہو سنے لگا۔ اور بہتر ہے
 جہاں سے ہمارے سبزہ کی شمع قرمز رنگ انتہا پر کیا۔ دریا سے جہاں کی طرف افس
 ان کے آگے ہی گنگا۔ اور پھر ان طرف قدرت سے سنے ایک سبزہ ہتھاب چھوڑ دی تھام
 کے دل ان کے شمع میں سبزہ سے سنے تھام۔ اور زمین سے آسانی تک ایک سبزہ
 روشن چاند ہی چھوٹا چھوٹا ہوئی۔ سبزہ کی ہر پان۔ شفق۔ عمارت۔ اور جو جگہ کی
 کی سبزہ کی دریا سے جن اور چھوٹی ٹوٹا نہر کے نیلگون پانی میں ان کی سبزہ عکس کا لہنا

ایسا کہ نام ہو کہ عامر کتنی دیر تک اس سین میں محو رہا۔ موذن کی اشد اکبر کی آواز
 سے اس کو بختی ہوئی حاملہ کے کان میں پہونچی جس نے اس کی توجہ کو اس دلچسپ سین
 سے ذرا ہٹایا۔ اس نے نیچے اتر کر نہر میں وضو کیا اور نماز مغرب ادا کی۔ نماز پڑھنے کے بعد
 ناصر کی صلاح سے گھر واپس جانے کی ٹھرائی اور اس خوشنما منظر کی آخری بہار دیکھنے کے
 لئے زمین و آسمان پر ایک وسیع نظر ڈالی تو جابر مسجد کے برج کی عین سیدہ میں ماہ ربیع الاول
 کی پھلی رات کا چاند نہایت خوشنما سے جلوہ افروز نظر آیا۔ اب یہ وہ گھر واپس آنے
 کے لئے روانہ ہوئے اور ہاتھ میں ہاتھ ڈالے باتیں کرتے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے
 اپنے کسی تک پہونچے۔

ناصر : اب میں خستہ چاہتا ہوں۔

حامد : ابھی ہے۔

ناصر : گھر ہی آگیا۔

حامد : یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ آپ کا دولت خانہ قریب ہے۔

ناصر : لہذا رخصت۔ کل پہر ملین گے۔

حامد : اجی آپ ہیں کس خیال میں۔ اب میں آپ کو کب چھوڑتا ہوں۔

ناصر : کیا تہانہ میں رہے چلو گے۔

حامد : ہاں بھائی محمود کا بھی حکم ہے کہ تمہیں جبراً ان تک رہے چلوں۔

ناصر : ابھی تو میں کو بیوی ہی ملی ہے جب مجھ پر شو ملیگی تب ہی کسی پر زور کریں۔

حامد : آپ کے نزدیک یہ ہے کہ وہ ان کے نزدیک تو بادشاہت مل گئی ہیں قسمت

ناصر : من جب کہ وجہ ہے۔

حامد : آج رات وہ اپنی کامیابی کا جشن کریں گے۔

ناصر : میں دانہ کے بعد۔

نقشہ : جس نے کوشش کی اس نے پایا۔

تم جنے ہو کہ وہ راگ کے عاشق ہیں اور راج سے یہ بلور کا ہے اور شکر
 محفل پر یہ نہیں سکتے تھے۔ سب کی صلاح سے یہ تاج تر پر پائی
 اب یہہ کیونکر ممکن ہے کہ تم نہ ہو۔ اگر آپ نہ چلین گے تو رنج ہوگا۔
 (فور اسٹیج کر) اچھا آؤ ہے اگھٹے بعد آؤن گا۔

ناصر

حامد

ناصر

حامد

ہیں یہ ضرور آؤن گا کے بچہ شریف ہو گا
 تقریباً دس بجے مگر آپ دس بجے کا نام دیکھ کر کہہ رہے ہیں تو نہیں جانتے
 رہیں گے سچے ہیں تو ہو رہے ہیں آنا۔ ورنہ اس کو کچھ بھیج سکتے
 ممکن ہی نہیں۔

عجب وہی ہو۔ انشا اللہ ضرور آؤن گا۔ اس کے نام رکھیں
 ایک ترم بڑا کر دیکھو اس کا نام دیکھو یا در کہنا۔
 ضرور۔

ناصر

حامد

ناصر

جیسا کہ تم نے بڑا کر لیا ہے صرف راج ہی ہو اور تہی رہی نہ رہیں نہ رہا نہ رہیں نہ رہیں
 کہ وہ یہ ہیں سچا۔ یہ ہیں ان کے بارے میں غائب نہ رہیں۔ لیکن یہ گیم صحت کی خدائی ہوئی شہر دہی
 ہیں اور یہ سب سے پہلے دہلی سے لے کر ہر گھر کے گھر میں ہی۔ سچے جہاں۔ آخر پتہ لے کر خدا فرمادی اور
 اب ہر جہاں اس کا نام کہہ کر شہر میں آؤں گی پھر وہی شان و شوکت اور آفرین جہاں سے ہے تو
 اور وہ جہاں سے۔ اور یہ سب سے پہلے دہلی سے لے کر ہر گھر کے گھر میں ہی۔ سچے جہاں۔

ان کے لئے ان کا یہ سب سے پہلے سب سے پہلے کے لئے۔ یہو گا ان کے لئے۔ تو حیرت ماست ہووے گا
 یہ عمارت تین حصوں میں تقسیم ہے۔ ایک ہے برصغیر۔ ایک ہے اعلیٰ شان و شوکت اور
 ان کے لئے اور ایک ہے ان کے لئے۔ ان کے لئے چھوٹا چاروں طرف اور اعلیٰ

سے دہلی فریب دینا۔ دعارہ غلامی سے بچنا۔

سے دہلی فریب دینا۔ دعارہ غلامی سے بچنا۔

دیکھ کر کہنے لگی ”میان تم پیروں سے کھان گئی ہو تے تھے یہاں تو تھیں سب یاد کر رہے ہیں۔“
حامد کیوں۔

ماما یوں ہی

حامد دسکرا کر مین اندر جاؤں پر وہ تو نہیں۔

ماما داری اب تو سب یہاں گئے صرف اپنے ہی اپنے باقی ہیں۔

حامد اری پر وہ تو نہیں۔

ماما اے کہ تو دیا شوق سے جاؤ کوئی نہیں۔

حامد اندر داخل ہوا اور لب عوض کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا اور دوسری کرسی پر پاؤں پھیلا دئے۔

حامد اس وقت اپنی عمر کے اٹھارویں سال میں تھا۔ مگر چونکہ وہ نہایت

تندرست اور صحیح المزاج تھا اس سبب سے اُس کی عمر کے اندازہ کرنے میں

ناواقف آنکھیں غلطی کرتی تھیں۔ اور اُون کی نظر میں وہ اپنی اصل عمر سے

دو تین برس زیادہ تھا۔ خدا نے اُس کو حسن صورت و سیرت سے شرف دیا تھا

اگرچہ وہ بہت گور اند تھا مگر اُس کا گندمی رنگ خوبصورت اور بڑی بڑی

آنکھیں خط و خال کو خراب کرتی نہ تھیں پیروں کی موز و غیت ایسی تھی کہ دیکھنے والے

اُس سے بہتہ کر سکتے تھے۔ اُس کے علاوہ اُنہی کا بھی بیستہ۔ شایستہ۔ جہد بہ جہد۔

مزاج۔ عادی۔ اطمینان۔ خوش خلق۔ خندہ پیشانی لڑکا تھا شرفِ علم سے بھی بے بہرہ

نہ تھا۔ اُس کی باتیں بڑی غصیب کی تھیں۔ متانت اور سنجیدگی کے ساتھ

ایسا مذاق تھا کہ کسی کو ناگوار نہ ہو تا تھا۔ علاوہ اُنہی اُس کی خصلت

سنے انہی پر اس لئے کہ وہ میں جگہ کرتی تھی۔ غرض اُس کی ادائیں فرما

نہ تھیں تو جتنی ضرورت اس قابل نہیں کہ ہزاروں سے شفقت۔ درستیوں

سے اُفت۔ غیروں سے محبت نہ بردستی کرا لیتی تھیں۔ ممکن نہ تھا کہ کوئی شخص

دو بار بار اُس سے ملے اور اُس کا گرویدہ نہ ہو جائے۔

حامد کرسی پر آکر بیٹھا اور مکان کے چاروں طرف نظر دوڑا کر دیکھا
ہو رہا۔ ایک منٹ بھی نہ گزرا تھا کہ اوس نے پہرہ طرف نظر ڈالی اور سب کو
اپنے اپنے کام میں مشغول پا کر حوض کی طرف دیکھنے لگا۔ کئی بار ایسا ہوا کہ اوس
کے ہاتھ پر کچھ کہنے کا ارادہ کیا اور کسی نہ کسی کام میں دیکھ کر خاموش ہو رہا اتنے
میں ایک خادمہ سامنے سے گزری۔

مجھے پانی پلا جا۔

خادمہ بھلا میاں آئے ذرا پالون کو کہ آؤں۔

حامد نے تھوڑی دیر انتظار کیا مگر جب ماما نہ پہری تو اوس نے پکار کر کہا کہ
کوئی مجھے پانی پلا۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ کسی نے اپنے گورے گورے
نازک بالوں سے ایک برتن پیش کیا۔ خادمہ نے گلاس ہاتھ میں لیا
اور ایک گھونٹ پیکر گویا پانی کو زیادہ ٹھنڈا کرنے کے لئے ٹھہیر گیا۔ اور
دریدہ نگاہ سے اُس نازنین کو دیکھتا رہا۔

یہ نازنین دوشیزہ لڑکی بلا کی خوبصورت تھی اور اتنا نرم و لطیف کہ
تسکین دینے والی تھی۔ اسی پر بڑی توجہ اور ہر زبان پر اس کا ذکر تھا۔
ندامت آن گل خندان چہ رنگ و بود کہ مرغ ہر چہ گفتہ گیسے کہ او داریہ
بہر تیر ہوا۔ اس پر اسی طرح کہ وہ لڑکی ہر زبان پر کہتا تھا کہ وہ لڑکی
گیسے کہ تیرہ۔ اور میری دل پر وہ لڑکی کی صورت پر ہر وقت خاصہ توجہ
دے گا تو تیرے کا کام دینا تھا۔ بعد ازیں حوض پر کھڑے ہو کر حوض میں
مستطاب لڑکی کے کپڑے گورے گورے رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔
نہایت خوبصورت لڑکی نہ کہ باہم پائے ہوئے درخت۔ باجوا آئینہ۔ حوض کے
اگر نظر دے تو زمین نہ آئے۔ اور یہ لڑکی تھی۔

خادمہ نے حوض میں سے پانی پلا کر
ہوش سے کھڑے ہو کر رہا۔

از باغ زرش بہار خارے
 شمشاد ہے نیاز رستے
 محبوب بہ ملک ناشکیبان
 رخسار او بکامہ زیبے
 چشمش بہ نگاہ جادو آنہ
 درستی نرگس سیاہش
 چشمش کہ جہان خراب کردہ
 بت خانہ ہند چشمش
 ابرویش کہ کردہ دل زجان سیر
 رویش ز غرور حسن وستی
 زانہ بوج ایشہا ہار ہار
 جز آئینہ کس نسودہتش

نے ایک دلربا یاد انداز سے الگ گلاس کو اٹھالیا۔ تاکہ کہیں اس کا
ہاتھ حامد سے نہ چھو جائے اور نہایت پھرتی سے دالان
میں چلی گئی۔

نہ برقی مین بہر کرشمہ و شعلہ میں پروا کوئی بڑا دکھ و دشواری نہ ہو گیا ہے؟
تھوڑی دیر تک حامد کی نگاہ نے اس نازنین لڑکی کا ساتھ دیا۔ اور اس کو دالان
تک پہنچا کر ہر چین کی طرف مڑی تو ایک روش پر ایک خوبصورت جوان
عورت کو ہاتھ دے رہا۔ کچھ اٹھائے آہستہ آہستہ اپنی طرف آتے دیکھا۔ یہ
حامد کی بڑی چھوٹی کی سب سے چھوٹی بیٹی تھی جو اس سے تقریباً دو سال
بڑی تھی۔ اس کا نام بلقیس تھا۔ بلقیس کو اپنی طرف آتا دیکھ کر حامد نے
دو سر کی کرسی خالی کر دی اور سنبھل کر بیٹھا۔

مینہ تہمتے ہی کھان غائب ہو گئے تھے۔

نور اسیر کو گیا تھا۔

کیون؟

دل بھلا اس پر اور کین۔

خوب دل بہاتا ہے۔

تو میں اس سے دل گہری میں بڑا رہا کروں۔

تم گہری میں سکتے ہو۔ میں گہری میں رہتا ہوں۔

وہ بھی گہری میں رہتا ہے۔

گہری میں رہتے تو یہ بات کہتے۔

مجھ سے کہہ دو۔ میں نہیں بڑا ہوتا۔

آج پردہ والا کوئی بھی نہیں ہے۔ زور نہ ملے تو پہنچاؤں کوں سے

نیز میں بہت کم پردہ کرتے ہیں۔ وہ بھی دنیا کی شرم کو۔

تجربہ ہے۔

بلقیس

حامد

بلقیس

حامد

بلقیس

حامد

بلقیس

حامد

بلقیس

حامد

بلقیس

حامد

بلقیس

حامد

محبے ذرا بھی تعجب نہیں۔	امام
یہہ کیوں۔	حامد
تم میں کشش ہی اس بلا کی ہے۔ کہ کوئی تم سے علیحدہ رہتا نہیں چاہتا۔	بلقیس
خوب کیا چہ بین مقناطیسی قوت ہے۔	حامد
ہاں بہائی ہے تو کچھ ایسا ہی ہے ایک تم سے اعتدال سے زیادہ محبت کرتا ہے۔	بلقیس
چونکہ تم کو مجھ سے الفت ہے اس سبب سے یہ بہتا ہے۔	حامد
نہیں میں نے آزما کر دیکھا ہے غیر بھی تم سے بہت کچھ محبت کرتے ہیں۔ دیکھو میری بڑی بیوی اور اُن کے بیٹے دونوں تم کو کب اپنا بہتہ ہیں۔ اپنے بچوں کی طرح سمجھتے ہیں۔ چچا جب تمہارا ذکر آتا ہے یہی کہتے ہیں کہ ہم کو تو حامد سے زیادہ کوئی بچہ پسند نہیں۔	بلقیس
بزرگ شفقت کیا ایسی کرتے ہیں۔	امام
آخر کبھی سنو۔ یہی تو لڑکے ہیں تم ہی میں کیا امر خراب کا پتہ پھر یہہ انہی اپنی محبت سبب تم کو کیوں شک پیدا ہوا۔	بلقیس
یہی تو ہیں انہی تو تمہارے مستارہ میں یہ بات	امام
سب سے ماکوئی تو خیر کا بھی پتہ ہو۔ اس سے بڑے گونہ ہی اسے کیا سمجھ سکتے ہیں۔	بلقیس
ان کی دو چیزیں ہیں تم سے کسی کی محبت کرتی ہیں۔	امام
کب ان سے دو شاہ۔ خواہ تلو کو کیوں کسی کو برا مان کر قتی ہو۔	حامد
میں کہا بیوٹ کتنی اچھی۔ ہر اتنا ہی نہیں پہچانتے۔	بلقیس
دیکھو انہوں نے روتوں راست تمہاری غیر وانی تیار کر دی۔	امام
ضرورت ہی ایسی آپڑی تھی۔ صبح کو ہر ات تھی۔	حامد

بلقیس یہی تو بات ہے برات کی رات اپنے سارے کام چھوڑ کے
 اور آپ کے کام میں مصروف - ہمارا ذرا کام نہ کروین -
 حامد مین تو اس کا شکل سے یقین کروں گا -
 بلقیس پڑامت کرو ہوتا ہی کیا ہے - یہہ تو وہ بھی کہتے تھے کہ بہن
 اپنے غسل بہرین زیادہ تر حامد عزیز ہے - مین خواہ مخواہ کوئی بات نکال کر اون
 بحث کیا کرتا ہوں اون کی تیزی طبع سے میرا دل خوش ہوتا ہے -
 حامد وہ کون ؟
 بلقیس کیا بچارے ہو لے ہیں - یہی تو چھپڑ خوانی ہے -
 حامد خیر جو ہوں اون کی عنایت ہے -
 بلقیس اب ہو شیار ہو جاؤ تمہارا نمبر آگیا ہے -
 حامد خیر صلاً !
 بلقیس آج سو نہ کر ہو رہا تھا کہ اس سال حامد کا گھر بھی بسا دیا جائے
 حامد الحمد للہ میرا گھر تو اب بھی بسا ہوا ہے -
 بلقیس تب مین جتنا گتہ ہے کہ سب کی شادی ہو جائے اور آپ لنگڑا
 بھی رہیں -
 حامد چہ بالنگڑو - اتنی بچے گا -
 بلقیس اب کوئی دم مین دم سے چہاج نہ رہے گا -
 حامد بل مین تو مین خود ہی نہیں سنا تا دم سے چہاج کیا باندھوں -
 بلقیس یہہ کیوں لگا ؟
 حامد بے زر عشق تین تین -
 بلقیس زور زور کے پاس کوٹنا زرتہا خدا مارن پان کو زندہ رکھے

نوٹ : ہندوستان میں عورتیں خداوند کا نام نہیں لیتیں بلکہ غیر رستماں کرتی ہیں -

حمید میرے اور تمہارے خیالات میں بڑا فرق ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔
 پر میں نہیں چاہتا کہ جب تک اپنی قوت بازو سے نہ پیدا کر سکوں اپنا ذاتی خرچ ہی زیادہ
 بڑھاؤں۔ چہ جائیکہ اتنا بڑا بھاری بوجھ اٹھانا۔ علاوہ ازیں جب تک میری مرضی کے
 موافق ہو میں کرنا نہیں۔ مگر یہ تو ممکن ہے کہ کوئی میری مرضی کے موافق ہو یہہ کیونکر
 ہو گا کہ میں بھی اوس کے مرضی کے موافق ہوں۔ اگر مجھے ذرا بھی یہہ معلوم ہوا کہ جسے
 میرے ساتھ زندگی کی ایک سی بات گزرانی ہے مجھ سے نارضا مند ہے تو میں عمر
 بھر بھی نہ کروں گا۔ خواہ میں اوس کا عاشق زار ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ اپنے دل کی
 رواہ ہو سکتا ہے کہ وہ میرے کا ایک مرضی کے خلاف مجبور ہونا پسند کروں۔ اور اوس
 کو خوش نہیں رہ سکتا۔

بقیہ بلقیس
 دیکھ کر خوش ہوئے بدر اہانہ بسیار۔ شادی ہوئے کے بعد تو ممکن
 نہیں کہ جس کی کو تمہارا جیسا شہر بر سرِ یل و تم سے محبت نہ کرے۔ میرا دوست اگر یہہ نہ ہو
 تو میرا دوست نہ ہو۔ نہ تم وہ مرشد ہو کہ بالکل بے پروا ہو جاؤ گے کہ
 زلفِ اطمینان کر کے لے لو گے۔ یہہ میں اوس سے سمجھا دوں گی۔
 حمید تو میں دوست تم سے شہر ہی کا سب کو دون گا۔

بقیہ بلقیس
 واپس نہ آیا ہے حکم میں نہیں۔
 آپ کا خیال کہ مرہٹہ جو مشکلیں سمجھتے ہیں۔ اور میں۔ اور میں۔
 میرے آئندہ قریبی اور بیرونی میں سب سے زیادہ میں جب تک ایک ایک نہ مٹیں میں اپنی
 اوپر مشکلوں کا انبار اور نہ لگانے کا۔ ابھی یہہ سمجھتا ہے کہ کتنا ہے۔ اور میں۔
 ہوں نہ کیا کروں۔

بقیہ بلقیس
 حمید وہ کیا ہیں میں ہی تو سکون۔
 یہہ وقت تمہارے کا نہیں دیا اگر گوش دار و آہستہ لب بجنیان۔

بلقیس

اس وقت تنے مجھے ڈر اسادیا۔

حامد

اگر خداوند تعالیٰ مدد فرمائے تو ڈرنے کے قابل تو کوئی بات نہیں ہاں ڈول کچھ ایسا بیڈھب آپڑا ہے کہ نہ خاموش رہا جاتا ہے نہ کچھ کیا جاسکتا ہے مگر جب اور اپنی کارروائیوں میں بند نہیں تو میں کیوں کاہل بنوں۔

والان میں سے ایک ادھیڑ عمر عورت جسکا تقریباً پینتالیس برس کا سن تھا نیکلے اور اوس کے پیچھے پیچھے وہی نازنین دلربا ایک بانگی ادا سے ڈوپٹہ سنبھالتی چلی۔ اوس نے کن انکھیوں سے حامد کی طرف دیکھا اور پھر نظر نیچی کئے چوترو سے اتر ایک کمرہ کے اندر اوسی عورت کے ساتھ داخل ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک چینی کے قاب میں کچھ میوے اور مٹھائی نہایت خوبصورتی سے چن کر لاتی ہوئی معلوم ہوئی۔

چوتروہ کے پاس آکر وہ ذرا ٹھٹکی۔ اور مڑ کر اسی عورت کی طرف دیکھا تو اس نے بیکار کر رکھا۔ حامد بیٹا تنے صبح کو بھی جلدی میں کچھ نہیں کھایا تھا۔ ہوک لگی۔ مگر گناہ کرنے میں تو ابھی دیر ہے لویہہ مٹھائی کھا لو۔ جب یہہ آواز حامد کے کان میں پہونچا تو اس نے نہایت آہستہ سے چوتروہ پر تدم رکھا۔ اور جرات کیسے کیا۔ اور اس کے ہاتھ میں قاب میں دیدے مگر حیا مانع ہوئی اوس نے یہہ حرکت کی۔ اور اس سے روکا آخر اس نے بلقیس کی کرسی کے پاس جا کر اپنا نازک ہاتھ اوس کے کندھے پر رکھ کر رکھا آپا لویہہ نہیں۔۔۔ اس اثنائ میں حامد کی نظر سے اتر پڑی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ رہیں اور اس کی ایک ایک ادا کو بغور دیکھا کین۔۔۔ قاب دیکر اوس نے تندر جسنے کہا۔ وہ کیا پر بلقیس نے اوسے اپنے پاس بٹھالیا اور اسے بٹھائے دیا۔

بلقیس

اس وقت تم کیوں تندر گیشن میں بیٹھی ہو۔ دیکھو حیا کیسے چنی ہو۔

میرا ہے۔

جی ہاں۔ سب وہیں بیٹھے تھے۔ میں بھی بیٹھی رہی۔

نازنین

بلقیس تمہارا ایمان جی تو نہیں گھبراتا۔
 نازنین جی کیون گھبراتا آخر یہہ بھی تو گھبر ہے۔
 یہہ کہہ کر اس نے پہر اٹھنے کا ارادہ کیا اور بلقیس نے دوبارہ روکا۔
 بلقیس ہائین پہر چلین کیا ہم سے کچھ خفا ہو۔
 نازنین (شرما کر) خفا کیون ہونے لگی تھی۔ بھابی اندر اکیلی بیٹھی ہیں
 اُن بچاری کا اور جی گھبرائے گا۔ اپنے دل میں کیا کہیں گی۔
 حامد (بلقیس) بھابی جان کا مزاج تو ابھی کیا معلوم ہونا تھا مگر ان صورت
 کیسی ہے۔
 بلقیس (نازنین لڑکی کی طرف اشارہ کر کے) یہہ اون کے مصاحب
 ہیں ان سے پوچھو۔
 نازنین (بلقیس) کیون کیا آسپینے اون کو نہیں دیکھا۔
 حامد مگر تمہاری نسبت تو کم۔
 نازنین (دہایت شرمیلی آواز سے) خاصی اچھی ہے۔
 حامد اور عادت۔
 نازنین (دھولی بھولی آواز سے) اس کی سمجھ کیا خبر ابھی تو وہ کسی سے
 بات نہ کر رہی ہیں۔ یہہ کہہ کر وہ جلدی سے اٹھتی اور والان کے اندر چلی گئی۔
 (نازنین نے گڑبڑ کو لکڑ دیکھی تو اسے اڑسے آہستہ میں دھندلا کر دیا)
 تھے وہ جلدی سے ٹوپی بون یا ہر نکل آیا۔ اس وقت سب احتیاط سے چھوڑ کے پاس
 جمع تھے مردانہ مکان میں بیٹھے تھے۔ تیار تھی۔ صرف ناصر و چند اور دوستوں
 کا انتظار تھا۔ جن سے شریک جلد ہونے کا اقرار لیا گیا تھا۔
 محمود (ناصر سے) تیار ہیں گے یا نہیں۔
 حامد آہے گنڈ کا دھڑہا ہوا پر، بتو زیادہ وقت گزر گیا۔ ابھی تک
 نہیں آئے۔

اگر ان کے آٹے میں ذرا بھی شہہ ہو تو سپہدار کہہ بیچد یا جانے
وہ بغیر ساتھ لاسے نہ چوڑے گا۔

بیچد و آپ چلے آئیں گے۔

تھوڑی دیر اور انتظار کرنا چاہئے ابھی کچھ ایسی بہنیں ہوتی
وقت گذرتا چاتا تھا اور ناصر کی غیر حاضری سے احباب کا اضطراب بڑھتا جاتا تھا۔ گھنٹہ
سنے وہ سب جھگڑے اور ساتھ ہی ایک نازک سڑکی آواز ہوا میں گونجتی ہوئی دور
دور نکل گئی۔

وہوہذا غزل

یہی صورت ہے تو کچھ نبھنے کے سہا پہر
برق آنکھوں سے ٹپکی آتی ہے غزل
جس کی آنکھوں کے تصور میں جھینور
دل کی تصویر بننا پسند ہے سید صاحب
بحرین غار شبنم شہر میں گزرا سب نہیں
جس یان دار ہے سونا و زہر کیا نہیں
دل بیتاب نہیں دید کہ ہے خواب نہیں

ناز و تمکین ہے وہاں صبر کی یاں تاب نہیں
طرفہ نیزنگ محبت میں نظر آئے ہیں۔
ہائے وہ شوق ملاقات عرو میں جا گئے۔
جان کی شکل دکھائی ہے بن کر تھک کو۔
بکھرے برین کہیں آرام نہیں خاطر خواہ
غمرہ نادر طالب اور عشوہ بنانا پسند
شہدائے عشق کی برہم دہم اور اب تک حضرت

دیگر

ہر آنکھ سے رویدارین غزیرہ شری
بقدر بکھرا شہر و سوسائے آشوب
گردن در گردن آرد تو ان جی کو کھانا
نور جہاں پہنچا ہے کجی نہ کر دے کھانا
ہر ایک پہنچا ہے کہیں کر دے کھانا شہر کھانا

محبت چاند دار و نہارانی رخصت و ہوا
تو چون ساقی شہر و سوسائے آشوب
بشیر و شہر میں کھانا نہ آتا ہے
تو رہ کر کھانا سہا پہر دیکھ کر کھانا
ہر مقناور و دندہ گزیرہ شہر کھانا

پس از مردن چو شمع کشته روشن شد دیدنشانرا
کہ در پر ویدہ بیدار پنهان بود حالها

علی امشب میر شیراز در جام و سبودارو
الایا ایہا المساقی ادم کا سا و ناولہا

باب دوم

تَمُوتُ مَعَ الْمَرْءِ حَاجَاتُهُ وَ تَبْقَى لَكَ حَاجَةُ مَا بَقِيَ
نُفُوحٌ وَ لَغْدٌ وَ لِحَاجَاتِنَا وَ حَاجَةُ مَنْ عَاشَ لَا تَقْضِي

کسی کہ کا قول ہے کہ انسان کا دل جلتی ہوئی ہوتی ہے مانند ہے جسطح بھڑکتی ہوئی
شعلہ کسی نہ کسی چیز کو سلگائے رکھتی ہیں اسطرح دل ہی ہر وقت ایک ہندیا پکاتا
رہتا ہے۔ تو اسیر انسان چاہے کچھ نہ پڑے۔ اور ایسا کونسا بشر ہوگا کہ
گہنہ میں ایک روز نہ آئے ہوگا۔ چاہے کہ دل اپنی سوچ بچار سے غافل ہو تو کیا مجال۔ اخذ
انفس و دفع ضرر کی ادھیڑ میں۔ حصول مطالب کی ناشی۔ انجام کار و خیر۔ آئینہ کی تدابیر
زیریں۔ یہ سب کچھ خیال وہ غیوریت۔ زندگی کی سرانجام سے عیب سے کوئی لمحہ فرصت نہیں
باقی۔ ہر طبقہ اور ہر حال میں انسان کی اپنی درجہ کی کوششیں ہمیشہ اس امر پر مشتمل
ہوتی ہیں کہ اطمینان کی۔ مال و پیسہ کی۔ ستھان اور رہنے پر دانی کے مراتب جیسے کہ
اپنے سوا و سبب اور اسکی خیالی و حقیقی مراد کے شخص حتیٰ بالاسر اسینہ تبیین زیادہ خوش
حال بنانے کی کوشش کرتا رہے۔ اور یہی خفاہر وہ سبب کی سبب سے زیادہ خوش حال
ہوئی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر دیکھا جائے کہ اگر کسی اندر وہ فی الواقع ہمت و دراز
کوشش کی اور فی الواقع اسنے کسی کام کو انجام دیا۔ مستند سے۔ جسکی توفیق نہ ہو۔ ہمت۔

نوٹ ہے انسان خود بخود نہیں اسنے ہمت و دراز کی وجہ تک وہ نہ ہو۔ سب کوئی نہ کوئی
خوبش اوس کے ساتھ ہی آئی ہے۔ ہم اپنے کاموں میں مسرت و شادمانی میں۔ ہر خوش
زندہ ہے اور کمال کام ختم نہیں ہو سکتا۔

کے پتی پہرے روز پہننے پہرے گزٹ سمونو دیا لیا ہوا اوس نے فوراً اوسے
 طاق میں یا سیر پر بے پروائی سے ڈال دیا ہوتا اور صادق ہی اوسے
 کہوتا تو کہوتا مگر اب گزٹ کے دیکھنے سے پہرے ہی بیتیاری و اضطراب
 شروع ہوا جیسا کہ عموماً طالب علم کو ایسے موقعوں پر ہوتا ہے۔ اور خود کو
 ایک زمانہ میں چنانچہ آرا کا خط دیکھ کر ہوا تھا۔ اپنی نمبروں کی تعداد معلوم
 کرنے کا اوسے ایسا شوق تھا کہ اخبار کے اس صفحے سے اُس صفحے پر نہایت ہی
 جلدی جلدی نظر دوڑا رہا تھا مگر اتنے سارے ناموں میں ایک نام کا ایسا ایک
 ہی پنا لگتا نہ شکل ہے اوس کا رنگ فراز امتیغ ہونے لگا اور چہرہ پر ہلکی سی
 سی چوٹنے لگیں اوسے خیال آیا کہ کہیں صادق نے میرا دل تو نہیں رکھا تھا
 مگر وہ تو دروغ گو آدمی نہیں۔ کیا وہ نہیں جانتا تھا کہ آخر مجھے کب تک
 چھپ سکتا ہے۔ اور ایک دفعہ پاس ہونے کی خبر سن کر فیل ہونا کیا رنج
 وہ ہوگا۔ یا غلطی سے کسی نے تاریخ میں میرا نام تو نہیں بیہوش یا۔ گرتا رہے
 والے کو یہ کیا خیال تھا کہ میں نے بھی امتحان دیا ہے۔ سینٹ ہال میں تو ضرور
 پاس شدہ ناموں کی فہرست آویزاں کی جاتی ہے۔ تو ضرور میرا نام نظر آئے گا
 چھپا رہا ہوگا۔ مگر یہ بہت ناگوار ہے۔ گزٹ سے کہہ چھپنے میں ہمیشہ نہایت سخت
 کا خیال رکھتا تھا۔ اور ایسے موقعوں پر تو خصوصاً۔ ایلو! بہار! ایلو!
 پاس ہو گیا۔ کیا میں اس سے ہی گیا گذرا ہوا۔ مگر یہ تو تھرڈ ڈویژن میں
 پاس ہوا ہے۔ میرا نام فہرست اول میں ہوگا۔ دار سر نو فہرست اول میں
 شروع کی۔ ام چھپ رہا ہوگا۔ گزٹ سے کہہ چھپنے میں ہمیشہ نہایت سخت
 کا خیال رکھتا تھا۔ اور ایسے موقعوں پر تو خصوصاً۔ ایلو! بہار! ایلو!

سنت درجہ سیرت

سنت درجہ سیرت سے اعلیٰ درجہ تک

آگے دوڑائی) فرسٹ ڈیویژن میں نو سیر نام ہے انہیں ضرور دو سیر کرنا ہوتا ہے۔
 میں ہوگا۔ (دگرون بلا کر) کوئی انہیں ایک دفعہ ہی چونک کر الحمد للہ موجود ہوں
 گزرت میں اپنا نام دیکھ کر محمود کو تسلی ہوئی۔ اور طبیعت کا اضطراب بھی جاتا
 رہا۔ ایک منٹ سے کچھ زیادہ اس کے چہرہ سے ایک غیر معمولی مسرت
 ظاہر رہی جو عمر بہرین یا توقا منی جی کے سامنے تھی یا آج یا شاید کبھی اور بھی
 ہو مگر ہمیں تو کچھ چچی طرح یاد نہیں پڑتا۔ پہر اتنے ہی میں کچھ انقباض
 اور افسردگی کے آثار نمودار ہونے لگے۔ اس نے گزٹ ہاتھ سے
 منبر پر رکھا اور بنہ کرسی سے پیٹ لگا کر پیچھے کی طرف جھک گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد
 پہر گزٹ ہاتھ میں اٹھایا۔ اور تھوڑا سا سرسری نظر سے دیکھ کر ہر رکھ دیا۔ اور کچھ
 دل ہی دل میں سوچنے لگا۔ شاید آج تک میں نے ایسی ذلت سے کوئی امتحان پاس نہیں
 کیا ہے۔ انگریزوں نے میرے خلاف ناولوں اور عربی سکول سے مجھے ایک تقریاتی تمغہ اور
 پینتیس روپیہ انعام دیا تھا۔ میرے منبر سے زیادہ تھے اور اگر اُس سال میں ہمارے
 ڈپٹی کمشنر ریوٹس نے میرے دل رہتا۔ ایک موقع پر جب میں ان کے پاس گیا تو
 وہ کہنے لگے تھے تو میری لیاقت سے خوش ہو کر انہوں نے مجھے ریلیف دے دی۔
 انہوں نے میرے لیے ایک ایسا چارٹ تیار کیا تھا کہ میں اس سے اپنے کام کو اپنے
 لیے جیسے جیسے چاہتا تھا وہ دیکھ سکتا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ کسی
 کے خلاف نام نہ نہ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے اس سے کہا کہ کسی
 کے خلاف نام نہ نہ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے اس سے کہا کہ کسی

تقریباً ساڑھے تین گھنٹے تھے۔

اسے خواجہ شہاب الدین بن صاحب عربی کے سکول میں۔ اس نے میرے شہر نشین اور غاندانی انہوں
 مدرسے کے بچوں سے اپنے بچے لے کر اپنے مدرسے میں داخل کر دیے۔ ان کے ساتھ ہلکے بزرگ نہ اور میرا
 برتاؤ کر سکتے ہیں۔ مدرسہ چھوٹے کے بعد ہی ان کے اطفال اور شفقت میں فرق نہیں آتا۔ بلکہ برتاؤ اور
 ہی زیادہ دوستانہ ہوتا ہے۔ صرف ان ہی کی سن سنی کا نتیجہ ہے کہ یہ برسرِ شمس کے ستارے کے مقابلے میں
 رہتے ہیں۔ اور مدرسہ میں لکھی تعلیم روز افزون ہوتی ہے۔ میں ان مبارک لوگوں کو نہیں پہنچ سکتا

ناصر ناصر نے لفظ تڑے۔ اس فرے کے حکاکہ سب ہنس پڑے۔

حامد آج مسٹر صادق جلسہ کرنے والے ہیں۔

محمود صلاح تو مجھے یہی کرتے تھے معلوم نہیں کیا راستے قائم

ناصر اب جو بات منہ سے کہہ دی ہے پھر میں گئے تھوڑا ہی۔

عراقی (حامد کی طرف دیکھ کر) خوب بے پر کی اڑائی۔

محمود نو اور سنو ابھی سے ڈھسل گئے۔ ذرا میری اطراف دیکھا۔

بہنے۔ مجھے تو چوڑا مات کرو۔

سجاد ارے میان اب پس و پیش کیا سوچ رہے ہو۔ درکار خیر

ابوبکر مسیح استخارہ نیت۔

کار خیر پر پھر سے زور سے تھپہ اڑایا۔

عراقی مسٹر محمود نے یہ جکا خوب لگا دیا۔

سجاد ہاں وہی آواز میں تو کان میں گونج رہی ہیں۔ مجھے تو

محمود لطف حسین صاحب حالی کی غزل سب سے زیادہ پسند آئی۔ کس فریے

ناصر

ناصر

ناصر

ناصر

ناصر

ناصر

ناصر

ناصر

ناصر

ناصر

ناصر

کھانے تھے۔

بے جھوٹے خوب ہے خوب تر کھان۔ اب ٹہیرتی ہے دیکھتے جا کر نظر کیا۔

صادق

آواز تو تمہاری بھی اُس سے کم نہیں۔

محمود

اتنی تو کھان دہری ہے مگر پھر بھی اچھی ہے اور بہت اچھی ہے۔

حامد

جی ہاں مگر سامعین کا نون میں انگلیاں دے بیٹے ہیں اتنی بات تو

ضرور ہے۔

محمود

یہ ہودہ ہو۔ تم اُسے کس نفسی کہتے ہو اور میں کفران نعمت سمجھتا ہوں

کہ خدا نے جو تمہیں کوئی خاص صفت عطا فرمائی ہے تو تم اوس کا شکریہ ادا کرنے کے بجائے

فحشاء سے دیکھتے ہو۔

ناصر

تم نے کسی مولوی کا چوٹا تو نہیں کہا یا کہ ذرا کسی سے ناراض ہوئے

اور چھٹ کفر کا فتویٰ لگایا۔

صادق

دعا ہے اس وقت تو جی پاتا ہے کہ تم ہی اس غزل کو سناؤ۔

ناصر

ہائیں تو کیا اب تم بہرہ پہنچا سکتے ہو کہ یہاں عمود اسہ نہیں فتور ہے۔

نہر بھی کر لائیں۔

ناصر

ابھی سناؤ بھی

سناؤ

حامد

بے جھوٹے خوب ہے خوب تر کھان۔ اب ٹہیرتی ہے دیکھتے جا کر نظر کیا۔

ہوتی ہے آج دیکھتے ہو کو سحر کھان۔

تھا اس کو جہ سے رہے مگر اس قدر کھان۔

رکھی ہے آج لذت ترسہم جا کر کھان۔

خط کا ترے جہر سبب سے اسے نامہ تر کھان۔

اور بقیہ دیکھو، یہاں تاں بخوبی دیکھو کہ اس قوم کی فدا کی غرض سے جو کہ قوم کی فدا کی غرض سے۔

ہم جیہ مر رہے ہیں وہ بات ہی کچھ اور۔
 ہوتی نہیں قبول دعا ترک عشق کی۔
 حلالی نشاطِ نغمہ دے ڈھونڈتے ہو اب
 ناصرا۔ بیشک تمہاری آواز بہت اچھی ہے۔
 صادق۔ کیا کہہ سکتا ہوں۔

نورانی نے جو آہستہ سے یہ فقرہ کہا۔ تو حامد کی قدر چھپا اور اس پر سب ہنس دئے مگر
 محمود مسکرا کر ہی چپکا ہو رہا۔

صادق۔ محمود! کیا کوئی یاد آ رہا ہے۔
 ناصرا۔ تم کو خبر تو ہے نہیں آج یہ سسرال کی چالون میں آگئی۔
 خدیگہ۔ حضور کتنا حاضر ہے۔
 محمود۔ او! اللہ! ام بیٹ

یادِ سسرال

گشتِ خیر و دنیا گوشتِ نفیر
 بے کوشوارہ فاقم فرزندِ شہادت
 شام کے ہر کچھ کے ہر کچھ سہانا وقت ہے ٹیڑھی ٹیڑھی ہوا کے چھوٹے
 شامی و شامی سے داخل ہو کر دل پر ایک عجیب کیفیت پیدا کر رہے ہیں اور
 اپنے ہمراہ کسی بے گھر گھر سے لے کر ماضی و ماضی کے کل جلتے ہیں۔ ماضی
 شام کے کھانے کے بارگاہ کی گھٹائیں ہمارے جوش و خروش کے ساتھ اٹھ
 اٹھ کر تھکتا ہوا کی طرح اٹھ کر چلی آتی ہیں اور جمع ہوتے جاتے ہیں۔ ان کی
 فوجی سلاخیں ہر طرف سے آتی ہیں اور قریب سے، زیادہ بہادری کو، ان کی جگہ جگہ
 کرتے ہیں۔ اور یہ جگہ جگہ ہر طرف سے آتی ہیں۔ اسے ہر جگہ تین تین عورتیں عورتیں
 آخری بار۔ ہوتی ہیں۔ یہ عورتیں یہ عورتیں یہ عورتیں یہ عورتیں یہ عورتیں یہ عورتیں

سر مئی اور کس قدر سیارہ مائل دو دیہائی رنگ ہیں ہلکی ہلکی عجب انداز کے ساتھ
 دلفریبی سے چمکتی آرہی ہے۔ بچارے پرند گرو و نواح کے ہرے ہرے جنگلون اور
 باغون سے چرچک کر سیرے کی فکر میں بڑی تیزی سے فضائے آسمان پر اڑتے
 ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ اور بعضوں کی چچھاتی ہوئی پرواز اور انواع و اقسام
 کے رنگ سے اس ابر چائے ہوئے آسمان پر اور ہی جو بن برسنے لگا ہے اب
 کچھ اگا دکھاؤ بند ہی پڑنے لگی اور سین نے کس قدر نئی ہیئت اختیار کر لی ہے
 بازار و دین لوگوں کی زقار میں ایک غیر معمولی سرعت پیدا ہو گئی ہے اور
 ہر شخص جلدی سے گھر پہنچنے کی فکر میں تدم بڑھائے چلا جاتا ہے۔ اس قوت
 آسمان وزین کی ایک کیفیت ہے یہاں پر ندون کی وہ حالت ادھر لوگوں کی
 طرف سے محسوس ہوتی ہے۔

اس بالا خانہ پر دیکھتے تو سمجھ دے اور دن کی پیاری بی بی پر سحر انگیز
 شمعیں آتین کر رہے ہیں محمود ایک عرق منس اور اس پر سیاہ اسپرے کے کپڑے
 پہنے ایک لنگ سے پیٹ لگانے کس قدر پیر پھیلائے ہوئے بیٹھا ہے۔ کرکشیپ
 کے کپڑے پہنے ہوئے پر رکھی ہوئی ہے۔ اور سامنے کہوٹھی پر شیر دانی لگا ہے۔
 ان کے قریب ہی چائے آریگم اپنے اور اپنے پیارے شوہر کے واسطے بیٹھا ہے۔
 سنگھار دان سامنے کھلا رکھا ہے اور خیلو کی لٹیر کی لٹیر اور تیل کی
 پینا میں آئینہ فرش پر پڑا ہے اور تھوڑی دور پر گنگا نہر کے قریب کھڑا ہے۔
 یہیں فیضی گتے ہیں۔

تعلیم ملے اوس کی اور جابلو عورتوں کے خیال سے بین بڑا فرق پیدا کر دیا
 تھا اور اس سبب سے زیور کی قدرو قیمت اوس کی نظر سے گزر گئی تھیں۔ اور

نوٹ ملے مشر شمس الحق نے راقم کو ایک خاتون یہ سیر کیا تھا اس نے وہ ان کی بھاری
 کے طور پر بھانجیاں جیسا کہ کر دیا۔

خیال تھا کہ روپیہ زیور کی صورت میں نہ تو آسائش پہونچا سکتا ہے اور نہ آرایش ہی دو
سکتا ہے۔ بلکہ اس کی بدلے جان و مال کے نقصان کا سبب ہے۔ اس سبب سے
وہ گھنا رکھتا ہی نہیں چاہتے تھے رقیہ بیگم نے اس خیال سے کہ مبادا لوگ طعن کریں
اوسے بہاری بہاری رقیہ بھی دی تھیں۔ اور بون تو کونسا گھنا تھا جو اوس کے پاس
نہ ہو مگر وہ سب صندوقچہ ہی میں رہے اس وقت اوس کے کافون میں بالیاں دو
دو جڑاؤ پتہ اور بکلیاں تھیں۔ ہاتھوں میں تین تین طلائی چوڑیاں اور دو
دو انگوٹھیاں نکلے میں گلو بند اور پیرون میں صرف چاندی کے بچے۔ اور یہی گھنا
تھا کہ وہ ہر وقت پہنے رہا کرتے تھے اور کہیں آتے جاتے ہی تو اوس نے کہی
اس سے زیادہ نہیں پھنا۔ مگر اوس کا لباس ہمیشہ بڑے بانکپن کا ہوتا تھا۔ اور گھر
گوٹا کناری کی پہرہ اوس میں نہ تھی مگر اوس دلفریب حسن کو لے اڑنے کی اون میں
اُن بہاری بہاری جڑوں سے زیادہ قوت تھی جو اپنے اصلی بہار اور خوبصورتی
پر اور ٹہپہ کی نذر کر دیتے ہیں۔

اوس نے ایک دلربا یا نہ اندازے پان بنایا۔ اور محمود کو دیکر سنگھار دیا
بند کر سنے لگی ترپاس سے آئینہ اٹھایا۔ اور تھوڑی دیر تک بال منوار سنے کی غرض سے
آئینہ دیکھتی رہی۔

خدا جانے یہ آرایش کونسا کس کس کر۔

طلب ہوتا ہے شانہ آئینہ کو یاد کر سکتے ہیں۔

دور اسکرانے ہوئے اور نیچی نظر کر کے کہیں ہر تمہاری تو میں باتیں
چلی جاتی ہیں۔

آئینہ دیکھو۔ سب ہو اور ہر میری امانت کا یقین نہیں آتا۔

جہاں آراستے آئینہ اندر رکھے سنگھار دان بند کر دیا۔ اور صف و تہہ نفس
کے لئے اپنی طرف گھسیٹا۔

یہ گھنا کیوں نہیں پھنکرتیں۔

جہان آرا میرا تیرا دہانے سے جی گہیرا ہے۔ شاہش ہے ان تون کو جو مانگے کاہن پہن کر آتے ہیں۔

محمود شاید وہ گھنا چنکر زیادہ خوبصورت معلوم ہوتے ہونگے۔

جہان آرا بہم بات تو تم سے زیادہ میں خوب بانجی ہوں۔ جو شخص فی تحقیق

خوبصورت ہے۔ وہ تو لوگوں کی آنکھوں میں خواہ گھنا چنے یا نہ چنے ہر

مگر بد صورت۔ یہ تو ایک گھنا کیا ہزار گھنے ہیں لوشکل تو بدلتی ہی نہیں۔ آخر

اس ہندوستان کے علاوہ دنیا میں اور لوگ ہی تو بستے ہیں انہیں کیا حسن و جمال نہیں

یا خوبصورتی کی تمیز نہیں۔ مگر زیور پہنے کی چٹکار کسی قوم میں نہیں۔ جھکو یاد ہے

کہ جن دنوں میں مس دوز مجھے بٹھائے آتی تھیں۔ تو مجھ کی عورتیں تک اون کو

دیکھنے کی خاطر ہمارے ہاں آیا کرتی تھیں اور واقعی خدا نے اون کو حسن ہی لاکھوں

میں انتخاب دیا تھا۔ میں تو یہی حیران ہوں کہ جب ہم عورتیں اون کو اتنا پسند

کرتی تھیں تو مرد۔ تو۔ کیوں۔ نہ مر۔ تے۔ ہون گے۔ مگر میں نے کہی اون کے

ہاتھ میں ایک چاندی کا چھلکا بھی نہیں دیکھا اور پہراؤن کے ہاتھ ایسے بے

تجربہ کہ انسان دیکھا کرے۔ سدی نے کیا اچھا کہا ہے۔

انگشت خوبرو و بنا گوش و نصیب

بے گوشوارہ خاتم فیروز شاہ بہت

بہائی تدبیر کے بیاہ میں سیکڑوں ہی عورتیں آئی تھیں۔ مگر جو خوبصورت

اون کو ہی گھنا ہی اچھا معلوم ہوتا تھا۔ ایک بیوی لیا گیا۔ کون تھیں۔ یہ

بدشکل۔ بے ڈھنگی۔ پر گھنے بن لادی ہوئیں۔ خدا جہاں۔ بے ڈھنگی۔ تو سیر

ہی نہ تھی سو ماہ فیروز چھوڑا تھا۔ کپڑے ہی زرق برق ہر قسم گہرے پٹے اور گہرے

اور پر بندھا ہوا دم ہوتا تھا جو سر تو شاید چھین بہرہ زن اور سنائی کا ہوتا تھا۔ میں

مرد جلد صراحت کر سکے۔ تھوڑے سے تھوڑے کر فرش پر دھیر دیا جاتا تھا تو بڑا ہی خوش

مسلوم ہوتا۔ انہوں نے سب سے بڑا کہ جب سہیا جاتے چلتے دیکھیں تو مسی ہو جاتی

کھینچے اور وہ ہسپاری تو ڈوب ڈوب جاتے ہیں۔

اگر ایسی ہی غیرت ہوتی تو مانگے کا پہن کر کیوں آتیں۔
 جہان آرا ہماری سوسائٹی کا تو کچھ ایسا ہڈر اگڑا ہے کہ جو بائین شرم کی
 بین اون کی تو کسیکو پروا نہ ہیں۔ اور خواہ مخواہ کی رسمیں اور قیود نکال رکھتے
 ہیں۔ کہ اون کا کہیں ٹھکانا نہیں۔ نہ خدا کا حکم نہ رسول کا۔ نہ عقل کا اور
 نہ کسی مہذب قوم کا بلکہ اکثر تو گناہ ہیں۔

گھنا چھٹنا تو مسلمانوں نے ہندؤں سے سیکھا ہے۔
 جہان آرا شکل تو یہ ہے کہ اب سب کو ایسا شوق چڑا یا ہے کہ امیر
 اور غریب گھر کا دوا لہ ہی کیوں نہ نکلا ہوا ہو مگر گھنا ضرور ہو۔ ورنہ ہمیشہ ان میں
 کتنے ہی خوبصورتی بد صورتی کو بھی جانے و جس کو مقدر ہو وہی پہنے
 کر رہے ہیں۔ سنار کا گھر ضرور بہرین۔

رسم و رواج کے پیچھے بہانہ جاتا رہتا ہے بعض بعض
 عورتوں کے کان پر نہیں سننے ہی دیکھے کہ بوجہ نہ سہار کے اور کٹ کٹ گئی
 مگر پھر چھ دو اے یہہ اون کی ہمت ہے۔

یہہ ایسی بات ہے جیسا کہ چار یاں اپنے بدن کو گونگ
 جہان آرا خاوند کی شکلیں بناتے ہیں۔ کیا اون کو تکلیف نہ معلوم ہوتی ہوگی
 کہ ان کو وہ ایسا اچھا معلوم ہوتا ہے کہ ساری تکلیفیں برداشت کر لیتی
 ہیں۔ ابابھی گھنا چھٹنا سہہ کرنا دیتے ہیں۔ ہے اب وہ اون کی تفریق
 میں اچھا معلوم ہوتا ہے اگر کسی عرصہ تک چھٹنا چھڑیں تو پھر سہہ
 کہہ دیتے ہیں اس پر صحت قوم ہوئے لیکن۔

عقیدہ تو یہ ہے کہ بین جاہل اگر غرہ ہو تو ایسی ایسی باتیں
 خود سوچنے لگیں اب تو سمجھانے سے بھی سمجھنے والے ہیں نہیں جیسا کہ

عورتوں کو تسلیم نہ دی جائے گی یہ تو سنو رتی نہیں۔ کان ناگ کی لڑائی کے علاوہ جان کا بھی منہ ہے اکثر اخبار میں میری نظارے ایسی ہی واڈیں گزرتی ہیں۔ کہ کسی چور نے گھنے کے لالچ سے بچہ یا کسی عورت کو قتل کر ڈالا۔ صندوقچہ چرا کر لے گیا۔ بچہ کو کنوین میں پھینک دیا۔ اور زیور لیکر بھاگ گیا۔

چنانچہ آرا انگریزوں نے دختر کشی اور سستی کا تو انتظام کیا۔ میں تو خوش ہوتی اگر قانون نازیور کی بھی مانگت ہو جاتی۔

محمود طبقتوں میں حرص کا مادہ بہت بڑھا ہوا ہے۔ جسطرح ہندوؤں کو دیکھ کر بعض نے اور بعض سے سب نے پھنسا اختیار کیا۔ اس طرح آسانی سے چوڑی ہیوین اگر کوئی ہمت کر کے پہلے ہی پھل ان کے لئے نمونہ بنے اول اول تو وہ انجست نما بھی ہوگا۔ مجلسوں میں اس کے چرچہ ہی ہون گے۔ مگر پہر کوئی اللہ کا بندہ ایسا ہی ضرور ہوگا جو اس کی تقلید کرے پہر دو سے تین اور تین سے چار اور پہر انشا اللہ سب۔ مگر بان بھائیہ جو تسلیم کی بھی بہت ضرورت ہے یہ ساری خرابیاں جہالت کی ہیں۔

چنانچہ یہ حالت سی چھا سکتی ہے کہ جب کو منہر سجتے ہیں۔ یہ بچہ بچہ ایک ایک ہیں۔ یہ تیان ہیں۔ کہ ملنے بٹنے والیوں میں ناگ بڑھے۔ ان کی کیا حالت رہ جاتی ہوگی اگر ان میں سے ایک کو یہی یہ معلوم ہو گیا کہ یہ بچہ بچہ مانگے گئے ہیں۔ اللہ بخشے تالی رات ایک حکایت بیان کیا کرتی تھیں۔ کہ ایک بیوی کسی کی چٹا کلی مانگے کی بہن کر گئیں اتفاق سے جنہوں سے وہ رہے تھے ان کو یہی دینا تھا۔ عروت کے بارے اس وقت تو دیکھا مگر کم جھلکی سے اتنا نہ ہو سکا کہ وہ یہ نہ جانتیں کہ یہ میری چٹا کلی ہے جب سب کہانا کھائے بیٹھے تو ان سے مخاطب ہو کر کہنے لیا کہ یہ

کوئی رشتہ تو نہ تھا مگر خدا منہضرت کرے فاطمہ بیگم رحمان کی والدہ نے ان کو بہن بنا لیا تھا اور اس خوبی سے انہوں نے اس بہن اپنے کو نبھایا کہ آج حقیقی بہنوں میں اتنا ملاپ نہ ہو گا۔ ایک کے دکھ درد کی دوسرے کو تاب نہ تھی۔ بہنے تو سنا نہیں کہ فاطمہ بیگم نے کبھی کوئی کام ان کے بے صلاح و مشورہ کیا ہو۔ ذرا سی بات ہوئی اور جھٹ بلا ہوجا۔ محمود اور حامد چھٹنے ہی سے ان کے ہاں جاتے تھے۔ اور انہوں نے انہیں چڑھتی تھیں۔ نازنین کے بارہ میں بہتیرا لوگوں نے کہا کہ اس کا شمار اشد لڑکی سیانی ہوتی جاتی ہے اسے چپا نا چاہئے۔ مگر انہوں نے ہمیشہ یہ جواب دیا کہ اگر میں اپنی حقیقی بہن کی اولاد سے چپاؤں تو ان سے بھی پروہ کروں۔ مجھے بہہ لڑکے اپنی لڑکی سے کچھ کم پیار سے تھوڑا ہی ہیں؟ ان ہی بچاری کا قدم بیچ میں تھا جو میان محمود کو جہاں آرا مل بھی گئیں ورنہ ادھر کی دنیا ادھر ہو جاتی فاطمہ بیگم تو نواب ذوالفقار علی کے ہاں سے منگنی چھانے والی تھیں نہیں اور پرانی بڑھیاں تو اب تک بھی کتنی ہیں کہ اسی کا نتیجہ ہے کہ بیٹی کے سہرہ دیکھنے کی آرزو دل کی دل ہی میں لے گئیں۔ آج منگنی چوٹی میں دن بعد بچاری خجانی تھی بھلا جگہ روگھنہ کر رہی تھی۔ ہو گئیں۔ اس بڑھئی کا گھوڑا دروازہ تھا کہ پہرہ ہی لیکر نکلا۔

فاطمہ بیگم مرین تو سیدنا لہنا بیگم کو سخت رنج ہوا۔ جب تک ان کی قبر پر پھول نہ بھجواتیں۔ خود بھجواتی سو نکلتے تک نہ تھیں۔ کسی فصل کا میوہ ہو جب تک بہن کے نام کا مسجد میں نہ بھجوا لینا۔ چہاں تک جائے تھا۔ اگرچہ فاطمہ بیگم کو مرے تھوڑے ہی دن پہلے تھے۔ مگر انہوں نے محمود کی شادی کر دی۔ کیونکہ انہوں نے اسے کھا کہ "اول تو تین دن سے زیادہ سوگ رہنا ہے اور اب تو پورے چار ماگہ۔ سچے۔ دوسرے۔ سچوں رحمان و محمود کو دیکھتے ہی ہون تو نہایت بے آرام کوئی اتنا نہیں کہ چھٹا پڑے۔ نا کپڑا ہی دے۔ یہ گہرین آئیں تو بچہ بنا کر دے۔ بچاری نے سیاہ کا سامان بھی خود ہی کیا اور ایسا کیا کہ دیکھنے والے سے کہتے تھے کہ اگر اپنی ماں ہی کرتی تو ایسا ہی کرتی۔ اتنا شادی میں انہوں نے کئی دفعہ بہن کی یاد میں آنسو بہائے

جہاں آرائشی نبی بیاہی ہوئی تھی۔ دنیا کی شرم یا محمود کی اصرار یا خود اپنی محبت سے انہوں نے محمود کے ہمراہ رہنا اختیار کر لیا تھا۔ کیونکہ منظم خانگی کے لئے ایک تجربہ کار بزرگ کی ضرورت آج کل زیادہ تھی۔ مگر اون کی تمام توجہ حامد کی طرف تھی کیونکہ مان کے مرنے سے اُس کو بہت تکلیف تھی۔ یہ قدرتی سبب ایسا پیدا ہوا کہ حامد کو نازنین لڑکی کی خوبیوں سے رفتہ رفتہ اچھی طرح آگہی ہو گئی۔ لیلہ نسیم خضرہ البدر کے سبب خود تو کچھ کام کرتی نہ تھیں اور نازنین کا یہ حال تھا کہ گھر میں کسی کا کام ہو اُس کو نہایت پہرتی اور سلیقہ سے بے کہے ہی کر دیتی تھی۔

اکثر ایسا اتفاق ہوا کہ گرمی کی ٹہنڈی راتوں میں جب ماہتاب کی روشنی اور خشک ہوا کے چھونکے نہایت خوش گوار ہوتے ہیں۔ حامد سوئے گی خواہ بالافانہ پر گیا۔ اور اوس نے دیکھا کہ اُس کا پلنگ کسی نواب یا راجہ کی سٹہری یا کسی نزعہ و س کے چپہ رکھٹ سے ہی زیادہ مزین ہے پلنگ پر نہایت سناٹا ہے۔ اور نرم نرم تکیوں پر ریشمی خوبصورت غلامی چڑھے ہوئے تکلیف کے برابر موتیا کے پھولوں کی نبی ہوئی ایک پنکھیا رکھی ہے جس کی خوبصورتی کو اسی شہسوار آنکھیں کتنی دیر تک استغبار سے دیکھا کین۔ اوس نے نہایت شوق سے اُس کو جھکڑ دیا اور ساتھ ہی خود بھی گویا عالم محویت میں ایک مستانہ ادا سے جھوما۔ پلنگ کے برابر دو طرف دو چھوٹی چھوٹی بانسہ پائیوں پر دو گلدستہ رکھے۔ جس میں خوشبودار گلاب کے پھولوں کی پیاری پیاری خوشبو ہوا کو مومل کر رہی تھی۔ اوس نے دیکھا کہ شاہ پر جیسے کی حوریں اس سے زیادہ خوبصورتی سے خدمت نہ کر سکیں گی کیونکہ وہ اوس سے کہیں زیادہ سہجہ سادہ ہیں اپنی خوش قسمتی کے خیال سے اوس سے کہیں زیادہ سہجہ سادہ ہیں۔ کیا کیا۔ اور نہایت آرام سے بیٹھی بیٹھی تیندہ لگ گیا۔

اگر میرا قلم پیچھ کر دستہ کاریوں کا فوٹو لفظاً بن کر نہ بھیج سکتا ہے۔

دیکھا۔ مگر جب وہ نظریں نازنین کی نظر سے دو چار ہوئیں تو اُس کا نازک بدن تھر تھرا نے لگا۔ اور ہاتھوں کے ریشہ نے لبالب گلاس سے اسطرح پانی چلکا یا کہ حامد کے دامن بھیگ گئے پانی کے گرنے سے گویا نازنین پر سیکڑون گھڑے پانی پڑ گیا۔ اور بہت غنیمت ہوا کہ حامد نے فوراً گلاس لیکڑی لیا۔

بہنے بار ہا حامد کو یہ کہتے سنا کہ اس سے زیادہ تسکین دہ پانی او سے بہر کبھی نصیب نہ ہوا۔ کیونکہ اس گلاس نے او سے محبت کے سمندر میں غوطہ

یاد دہ پنج

دل سے خیال دوست بہلایا نہ جائیگا سینہ میں داغ ہے کہ مٹایا نہ جائے گا
تم کو ہزار شرم سہی مجھ کو لاکھ ضبط اُلفت دہ راز ہے کہ چھپایا نہ جائیگا
مختصر داینا کچھ نہ کھلا لیکن اسقدر یعنی وہ ڈھونڈتے ہیں جو پایا نہ جائیگا
رات کا وقت ہے تقریباً بارہ بج چکے ہونگے۔ دلربا نازنین اپنے کمرہ میں بیٹھ کچھ سی رہی ہے۔ چار گھنٹہ برابر سیتے سیتے اوس کے ہاتھ سے نمکین تھک گئی ہیں نیند کا خمار عبور کر رہا ہے کہ اب آرام کرے مگر وہ اپنے کام میں ایسی مستعد ہے کہ ذرا کی ذرا تکیہ سے ہٹ سکتی ہے۔ اور پھر نہایت چالاک ہے: اپنے کام میں مصروف ہو جاتی ہے۔ اور سسٹے گھڑی کی طرف دیکھا اور آہستہ سے کھا کہ چاہے کتنی رات کیوں نہ بارتے ہیں اب پورا ہی کر کے اٹھوں گی اور اب کام ہی صرف پہر ہی پہر کا جاتی ہے جبکہ بہت سا حصہ تو مشین سے ہو گا۔ مگر میں نے آج پہلے ہی بدل چکا ہوں۔ پیشانی شیر رانی سی ہے خدا کرے ٹھیک دوپہند آئے۔ جون جون وہ اپنے کام کی تھیں کرتی جاتی تھی اور اس کے چہرہ پر سجائے بشارت کے ایک قسم کی خوشی چھائی جاتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اوس نے پھر اپنے کام کو جانچا۔ اور معلوم کیا کہ ابھی

اپنے تھکے ہوئے اعضا کو آرام دیا اور آہستہ سے پاؤں پیلا دئے۔ نیند جو اس کی آنکھوں میں بہہ رہی تھی اسطرح بیکار دیکھ کر پہر غلبہ کر آئی۔ مگر اُس نے عہد کر لیا تھا کہ بغیر سونے نہ سوئیگی۔ لہذا اپنے تئیں دوسری طرف متوجہ کرنے اور نیند کو ٹالنے کے لئے اُس نے سٹے ہوئے پر نظر ثانی کی۔

آہستہ سے اپنی منور پیشانی پر ہاتھ پھیر کر وہ بولی کہ افسوس اب زیادہ مجھے ایسا موقعہ نہ ملے گا۔ تو پھر تھوڑی دیر کے لئے میں ایسی ماندی کیوں ہو گئی یہ خیال آنا تھا کہ اُس کے تھکے ہوئے اعضا میں ایک عجیب برقی قوت دوڑ گئی اور اپنے مشغول ہونے کے پورے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد اُس نے کامل فرغت حاصل کی۔

تھکن کی شدت اور پچھلی رات کی خوشگوار ٹھنڈی ہوائ نے اسے فوراً سلاٹا مگر اُس کا خواب بے آرام تھا۔ اُس کی کہی کہی آنکھ کھل جاتی تو ایک غیبی معمولی ٹھنڈی سانس کے ساتھ کروٹ بدلتی اور پھر سو رہتی۔

صبح ہوئی مگر نیند کے ستارے محمود اور جہان آرا اور بے خبری سے سو گئے۔ سید النساء یکم اٹھ کر اپنی معینی میں نماز و وظیفہ ادا کرنے کے لئے گئی ہیں۔ نازنین لڑکی اگرچہ اوپر سے کچھ گھبراہٹ ہوئی مگر وقت پر نہایت سیرے اٹھے۔ اُس کا چہرہ جتنا تروتازہ تھا آج کس قدر اوداس اوداس معلوم ہوتا ہے۔

حامد کی معمولی خوش طبعی میں بھی فرق ہے۔ حسن اتفاق سے جب یہ دونوں جاگے تھے تو ایک دوسرے پر نظر پڑی۔ وہ موثر نظر جو دونوں میں بٹیسے جاتی ہے۔ حامد کے کمرے کا دروازہ کھولا۔ نازنین حسینہ اور داخل ہوئے اور رات کی سی موٹی شہروانی پیش کی۔

حامد انا میں بھی تو کون کد بہانے سے رکھے رکھے کپڑا غائب کیا ہو گیا۔

ہرگز نہ بکشتہ ہوئے نہ کسی کے دل سے نہ کسی کے
 حامد دشمنروانی دیکھتے ہوئے یہہ پسند کے قابل نہ ہو
 تم تے سی ہے۔
 نازنین دلہنی معمولی خندہ پیشانی کے ساتھ ایک دلربا یا نہ انداز سے
 مسکراتے ہوئے، شاید - یں - ہی - نے۔
 حامد کبھی درزی سے تو ڈبل قیمت دینے کو کہا وہ تو جب ہی
 رات بہرین تیار نہ کر سکا۔ تم نے بہت تکلیف اٹھائی۔
 نازنین تکلیف کیا ہوتی۔ اگر آپ اس وقت پہن لین تو میری
 صحت ٹھکانے لگ جائے گی۔
 حامد فوراً - یں - سے پہنے ہی ہوئے جاؤں گا۔
 نازنین کیا آپ آج ہی روانہ ہونگے۔ یہہ کہتے ہوئے اُس کی
 آنکھیں زمین کی طرف لگ گئیں۔
 حامد (اندرونی تکلیف کا مقابلہ کرتے ہوئے) ہاں یزید جان
 میرے ساتھ بہت تھک رہا ہے۔ سات بجے ریل جاتی ہے۔
 خیر امان اللہ۔
 بڑی سنگین بات
 (دیکھی نظر کر سکے) آپ؟
 (سناٹا) اس کا کچھ جوار۔ اس کے ساتھ ایک چمکدار لباس ہے۔
 (دیکھتا ہوا) اس کے ساتھ ایک چمکدار لباس ہے۔
 (گورنر) یہ۔
 (نازنین) (خندہ پیشانی کے ساتھ) آج تو خیر ہرچیز میں رہ کر ہرچیز میں آرام
 میں سو رہی ہوں۔ ان کی حالت نہ زیادہ قابلِ انصاف ہے۔
 ان الفاظ نے نازنین کو شرم سے اور ہمدردی سے جھجھکے دیکھ رہا تھا۔

کی غم آلود نظر سے دیکھتے رہے۔ آخر کار نازنین لڑکی نے ہر سکوت توڑی اور کھا کہ اس وقت زیادہ باتیں موجب حال ہوں گے۔ اور خست ! ایہہ کہہ کر اوس نے کمرہ سے جانے کے لئے قدم بڑھایا مگر حادثے نہایت التجا سے کھا کہ

فدا اٹھیرو

حامد ناگوار خاطر نہ ہو تو میری تصویر آپ کے پاس رہ سکتی ہے۔

نازنین نے بغیر ایک لفظ کہے اوس کے ہاتھ سے تصویر لے لی۔ اور فوراً چل دی اوس نے پیٹ موٹری اور حادثے اپنے ہاتھ پر بوسہ دیا اور ساتھ ہی ایک تار کی جیسی چمکدار چپینہ اوس کے ہاتھ میں چکنے لگی۔

ڈوکر نے آواز دی کہ گاڑی تیار ہے۔ اور وہ سوار ہو کر اسٹیشن پر روانہ ہوا۔ مگر اوس کا دل غم اور افسردگی سے بہرا ہوا تھا۔ اور بار بار اس نے اپنے دل کو کہہ دیا کہ ہمارا وہ ملتوی کر کے واپس چلے۔ مگر غیبت اور بات کی بیج نے نہ مانا۔ دس بجے بلقیس نے نازنین کو کہا نا کہانے بلایا تو اس کی آنکھوں میں ایک غیر معمولی سرخی پائی اور اب ان دونوں کو معلوم ہوا کہ اس سال کے ساتھ ساتھ سہ ماہی کے انہوں نے ایک دوسرے کی محبت کا اکتاف وغیرہ اکٹھا کر لیا تھا۔

پایہ تختہ

عہد وصال اول سنہ ہجری ۱۲۸۵ میں پیدا ہوئے
پہلے نام دوست کا کوئی لایا نہیں ہوئے
یاں دیکھ چکی جو اس کا بیٹا ہے
گھر کے دل نہ سننے لگے وہیں کہیں
وصال کا عہد گزر گیا اور اس تھوڑی سی مدت میں زمانہ سب سے بہت
انقلاب دکھایا دے۔ حامد پور ان جوان سپہ سالار کے خط و خال کو مبرا نگاہی اور

دلیری کی شعاعیں روشن کئے ہوئے ہیں۔ اور اُس کا دل بھی اوس کی پاکیزہ صورت
کی طرح علم کی روشنی سے منور ہے۔ اوس کا سیاہ گون اوس کی علمی لیاقت میں
ایم۔ اے کا نشان دیتا ہے۔ اوس کے سینہ پر دو نقری اور طلائع تمغہ کی
نشانیں ہیں۔ اور اکتساب کمال کے شاہد ہیں چٹان کالج کے رامنڈنگ اسکول میں
اوس نے فن سپہگری میں بھی کچھ کم جہارت حاصل نہیں کی ہے۔ اوس کا نشانہ
تیر نظر سے زیادہ بے غلط ہوتا ہے۔ اوس کی آواز نہایت بلند اور بہادرانہ ہے
ڈرل میں ہمیشہ سے وہ نہایت مشاق تھا۔ کرکٹ تو بائین ہاتھ کا کرکٹ ہے۔ ہے
ٹورنامینٹ میں بھی اوس کے جوہر کا سب لوہا مانتے ہیں۔ اوس کا بہادر دل
پر از شوق طبیعت۔ اور احوال العزیز کے خیالات اوس کو ہمیشہ دلیری اور بہادری
مردانگی کے علمبردار بنائے ہیں۔ جن کا نتیجہ یہ ہے کہ حیدر آباد کے کمانڈر آف
کی شہادت سے وہ فوج میں داخل ہو کر تھوڑے عرصہ میں کپتان ہو گیا۔ اور اب
پہلے سے شہر میں نوجوان کو یہ موقع ملا کہ وہ اپنی خداداد شجاعت اور تھور کے
اندر رکھائے۔ مگر ایک بات جو خیر اس نوجوان کو کبھی کبھی متفکر کرتی رہتی
تھی وہ یہ تھی کہ اوس کی نمایاں ترقی نے اندر باہر سپکٹرون حامد اور دشمن پیدا
کر دی تھے۔ جو اوس کی ترقی کو اپنی حق تلفی خیال کرتے تھے۔ اور اوس کے
خون کے بیا سے ہو گئے تھے۔ جس طرح موسم گرما میں ابر کا ایک چوٹا سا ٹکڑا لمحہ
کے لمحہ آفتاب پر آ کر اس کی تھارت کو مدد کر دیتا ہے اور پہر غائب ہو جاتا
ہے۔ اسی طرح یہ خیال کہ اوس کو افسردہ کر دیتا تھا۔ مگر وہ فوراً یہ کہہ کر کہ ایک
نچر ہست سی بیٹرون سے نہیں ڈرتا ویسا ہی جو پچال اور بھاش ہو جاتا تھا۔

فونٹ سٹ سکندر کے رقبے دوران کی فوج کی کشتہ اور عسکرت کا اوس سکندر سے کیا تو فوج میں کچھ جلیں لگا
مگر سکندر نے نہایت اطمینان سے کہا کہ ایک بوجہ بہت سی بیٹرون سے نہیں ڈرتا سب کو تسکین دی
ہو گی۔ اور اوس دقت کے دوران میں بہرہ نظر ضرب اٹل ہو گیا۔

اور اس رکھتی تھی۔ فرصت کے وقت اکثر دیکھا گیا۔ کہ وہ کتنی دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ یا اس کے آگے کوئی کتاب کھلی رکھی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اپنی آنکھیں صفحوں میں گڑودین۔ اور نہایت غور سے پڑھ رہا ہے۔ مگر گھنٹے گزر گئے ہیں۔ نہ وہ صفحہ تمام ہوتا ہے نہ سطر۔ شاید صفحہ کے حروف گن رہا ہو۔ مگر نہیں اصل میں اُس کا خیال کہیں اور ہے۔ اسے تو یہ بھی خبر نہیں کہ۔ میرے آگے کونسی کتاب ہے۔ لیکن زیادہ تر کتاب کی بجائے اس کا اپنا ہاتھ پیش نظر ہوتا تھا۔ اور اُس کی آنکھوں سے تمام خطوط شعاعی ایک انگوٹھی پر جمع ہوتے تھے جو وہ چہنہ ہوئے تھا۔

ایک دن جب وہ اپنے خیالات کے سلسلہ میں سرگرم تھا اُس نے کہا بیفاہ یا تو میں وہ حاملہ نہیں یا وہ نازنین نہیں۔ اشد اشد۔ اس قدر جلدی طبیعت میں نقاب پیر ہو گیا۔ یا تو وہ وہ عنایتیں نہیں کہ میری خاطر داری کے پیچھے اپنا ہوش نہ تھایا یا بہت خوشنماں ہے کہ وہ ان سے کوئی خبر ہی نہیں آتی۔ لیکن

لیکن

دل کا گندہ فک کہ شکایت یہاں نہیں
ہم آجک چہا تے تیرے پروردگار اور عشق
دہ ہر بان نہیں تو کوئی مہربان نہیں
عازلہ کہ دشمنوں سے ہمہ قصد ہر بان نہیں

یا بے شک

ایک آنکھ سے تو مر مر کے ہو رہا تھا چنا۔ پتہ لگی اور ہر کسی سے ہر سہ اشد سے
ایک مختصر سامان سب جس کے بر سیدہ درویشوار اسٹہ اکٹہ کے دل کے ہاتھ
بیشکے جلسے ہیں۔ اس میں ایک شمال درویشوار ان سب کو پس نامی کرتی اور مستحق
نایوس دل کے امیدوار کی طرح غرق ہو گئی ہے۔ اس دوران کے سانسے ایک پروردگار

کے واسطے اون کو پسند نہیں کرتیں۔ آرایش تو کجا یہاں آرایش کے قابل ہی
سامان نہیں ایک چھوٹا سا پلنگ دو چار برتن ایک ٹین کا صندوق اور ایک لیمپ
جس کی چینی میں بال پڑا ہوا اور کلمہ ناقص پلاس گھر کی کل کائنات ہے۔ اور اس کے
سوا دو چار کتا بین جو ایک طاق میں رکھتی ہوئی تھیں۔

لیکن باوجود اس قلیل سامان کے یہ مکان ایسا مالا مال اور نادر خیال کیا جاتا
تھا۔ شہر شخص کا اس پر دانستہ ہے۔ اس مکان میں سب سے زیادہ بیش بہا اور قیمتی
شے خود اس مکان کی مکین ہے جو ایک نوجوان نازک اندام پیاری پری چہرہ جبین
رنگ پر ہے۔ مگر افسوس جس کی لیاقتیں اور قابل قدر ہنرمندی جس کی شرافت اور
بے انتہا عصمت۔ جس کی ادگی اور پہولاپن اس درجہ پر ہو کہ وہ کسی باوقار نواب
یا نادر شہزادہ کے محالوں کی آرایش اور اس کے دل کی مالک ہوتی جس کے چاروں
طرف پر ہونے والے اور خواہ وہ ان کا جگہ بٹا رہتا۔ جس کے نازک ہونٹوں پر ادنیٰ
شک کے سیکڑوں دار لک کو ٹھہرنا پڑتی اور ہتھیروں کو تسکین اور خوش قسمتی کا تقبیل
داتی وہ عالی حوصلہ و فراخ دل حینہ جس کو جن کی پری لطافت و نزاکت کی دیوی کہنا
بے جا نہیں۔ اس کے گھر میں تن تنہا منعموم اور افسردہ ایک بور یہ پریشی پر کھڑی
ہیں بیوند نگار ہی ہے۔ لیکن اس کا دل جو اذیت نرمانہ سے عشاق کے گریبان
دامن کی طرح پارہ پارہ ہے۔ اور کارنگ جو ٹوڑے سے عرصہ پہلے گلاپ کی ہتی
جیسا خشنما تھا۔ اب موسم خزان کے جن کی طرح زرد اور مرہنیا ہوا ہے۔ اقل کی
آنکھیں جھینر نہیں چالائی اور بے چین کر نیوالی شرارت کا نشان دیتی تھیں
مگر جن کو قدرتی اور چلی جیہ جیشہ رو کے رہتی تھی۔ اب آنسوؤں سے پر غم
اور غمینی سے نیچے جھکی رہتی ہیں مگر ان کی خوبصورتی اور خشنمائی نے ایک نیا
رنگ اختیار کیا ہے۔ پیہم ورسپہ درپہ حلقہ ان اشک اون کو سرخ رکھتا ہے
اور جب کسی وہ ٹہنڈا سانس بہرہ نظر آوے تو ہنسی ہے تو اون میں جگر کو خون اور

سرخ آب پر نہیں بہتا۔ جیسی وہ پیاری نرگسین آنکھیں پاک اور شفاف آنسوؤں کی طغیانی میں ڈھلکی رہتی تھیں۔ اوس نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور آنسو کا ایک قطرہ رخساروں سے بہتا ہوا دامن پر گرا اُس نے کھاتے اے میری پیاری ماں اگر تجھے مجھ کو چھوڑنا تھا تو اتنے دن تک کھاتے ہی کی ضرورت تھی۔ افسوس میں پیدا نہ ہوتی یا اگر ہوتی بھٹی تو مر جاتی اے ماں۔! تو تو مجھ سے محبت کرتی تھی اور مجھے اپنی جان کہتی تھی آج تیری جان اس مصیبت میں گرفتار ہے۔ تو اس طرح اس جنان میں بے غم۔! کیا کوئی بغیر جان کے رہ سکتا ہے جو تو میرے بن فردوس میں ہے؟ مجھے بھی بلا لے ماں! ہاں بھلا لے۔ دیکھہ بولے۔

اس طرح نوحہ کرتے کرتے نوجوان لڑکی نے ایک زور سے جسیخ ماری اور بائیں ہاتھ کے روتے لگی۔ یہہ پھلا دن تھا کہ اس نوجوان لڑکی کی آواز ہسپتال پہنچ گئی۔ مصیبت اور دلخراش آواز نے پڑوس کی بڑھیا کے دل میں ہندوئی پیدا کی۔ وہ تیزی دیر بعد مکان میں اس غرض سے داخل ہوئی کہ مصیبت مندوں کو دیکھ کر دل میں غم نہ آئے اور اگر ممکن ہو تو اسے تسلی دے۔ شہر میں کڑاؤ تھا۔ داخل ہوئی۔ تو نوحہ حسینہ کو غشی اور بے ہوشی کے عالم میں پایا۔ اوس نے نہایت محنت سے ٹٹولا اور معلوم کیا کہ زندہ ہے۔ پانی کے چھینٹے اور ٹیڑھی کی خوشبو تیرے کپڑے کی ٹھنڈی ہوئی ہو گئی۔ اس وقت بعد اسے ہوش میں لاسنے اور اپنے سر پر لٹے بیمار دار کو دیکھ کر اس سے خفیف اور کمزور آواز سے کہا کہ سب سے مرنے دو۔

بہ خواب عدم راستے داشتیم۔ زمین خواب مارا کہ بیدار کرو۔
تجربہ کار چاندیزہ عورت اس خیال سے کہ مبادا اُس کے جواب زیادہ
بہتر ہو گا اور کاشکہ وہ ان کو بولی اور تھوڑا سا پانی بلا کر اٹھا لے یا۔ اور تھوڑا
کچھ دیکھ کر۔

مرد کو بھیجا ہے۔

عورت مین یہیں دیوار سیج رہتی ہوں۔ مگر عجیب تبارے اس

مکان مین آنے کی بالکل خبر نہیں۔ پرسوں تک تو یہ بند پڑا تھا۔

نازنین مین نے کل ہی اسے کرایہ پر لیا ہے۔

عورت کیا تم اکیلی ہو۔

نازنین اتو۔ بڑا شکر ہے اکیلی۔

عورت آخر تم یہاں کیوں آئیں۔ کس نے مکان لیا کر دیا۔ تم مین تو

مجھے اتنی جرات نہیں معلوم ہوتی۔

نازنین دیکھو مین سے آفسیو پوچھتے ہوئے میری بہن ایک

ماما تھی جس نے یہ مکان تلاش کر دیا تھا۔ مگر وہ کبھی آج صبح سے ایسی نہیں

آئی۔ اب تک پہر کر نہیں آئی۔

عورت عجب نکمرا ہے۔ اس نام مین اسے چھوڑ کر جانا ہی

کیا ضرور تھا۔

نازنین جی ہاں۔ وہ عجب بیوقوف ہے اور اسے مجھے اس کو

زیادہ نوکر رکھتے ہوئے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ مگر خدا کرے کوئی اور پہلے

مانش آدمی مل جائے۔

عورت اچھی میری ماں کیا تم تلاش کرو گی۔

کیون ڈر کیون معلوم ہوتا ہے۔

نازنین وہ کچھ ایسے آدمی نہیں ہے۔

عورت اچھا تو مین محض کی امان کو کہہ دوں گی۔ وہ وہ چار کام

تمہارے کر جایا کر نیکی۔

نازنین مجھے تو ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو نہ رات میرے

پاس رہے رات کو مجھے ڈر معلوم ہوگا نہایت انتہا کے لہجہ مین کیا تم آج

میسر ہاں نہ سو رہو گی۔

عورت

بیٹی مجھے کیا غدر ہے مگر تم اپنا حال تو مجھ سے کہو۔

نازنین لڑکی نے ایک ٹھنڈا سا بس بھرا اور ایسا معلوم ہوا کہ کسی بھاری بوجھ نے اس کے دل کو دبا دیا۔ اور وہ بشکل تمام اپنے دل کے اٹھتے ہوئے طنز و کلام کے خلاف سنبھلی۔

نازنین

مجھ میں اس قدر تخیلی طاقت نہیں۔ کہ اس ذکر کو چھیڑ دوں ورنہ صبح مجھے مردہ دیکھنے لگی۔ اور آپ کو زیادہ تکلیف اٹھانی پڑے گی کہ ایک لاوارث لڑکی کو دفن کریں۔ اگر مجھے آپ کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو موت کی تو میں نہایت آرزو سے خوش ہوں۔ وہ یہ فقرہ کہہ رہی تھی اور اس کی آواز لڑکھٹائی جاتی تھی اور دل بہا رہا تھا۔ ہم رونے پہ آجائیں تو دریا ہی بہائیں۔

شبنم کی طرح سے بہیں رونا نہیں آتا۔

پانچواں باب

درمیانِ قہر دریا تختہ بندم کردہ۔ باز میگوئی کہ دامن تو کن ہشیار باش نیک دل بڑھیا تھوڑی دیر تک دلا دیتی رہی اور تلقین صبر کے بہت سی باتیں کہنے لگی کہ تم سچ کہتی تھیں مگر آج نہ پھرے گی۔ اچھا آئینہ بچہ دین کو روٹی کھانے سے آئین اور دیکھو شاید فخر کی آواز مل جائے۔ تو ان کو بھی کہتی آؤں گی خدا کرے وہ کہیں نہ کر رہے ہوں گے۔ سنا تھا کہ وہ بے شکستہ اقدار کے ہاں گئی ہیں۔ بچے وہاں بہرے ہوئے ہیں رات کو آتے ہیں مین نہیں ہوتی تو بچہ پرے پریشان ہوتے ہیں۔

نازنین

اچھا آپ تشریف لے جائیں مگر خدا را بھلائی آتا۔

بڑھیا

مین ابھی آئی اور خود یہ مین اگر کھانا کھاؤں گی۔ کیا کرنا مین تو نہ جاتی پر بچوں کی شکل ہے۔ اللہ رکھے دھیمہ کہ وہ تو ابھی بچہ ہے یہی ہوگا کوئی

سولہ سترہ برس کا۔ جب سے اکبر کی بیوی مری ہے وہ ہی میرے ہی ساتھ ہے۔ میری جان کو سب نشتے بچے ہی ہیں۔

بڑھیا اسی طرح باتیں کرنے کرتے دروازہ تک جاتی ہے لیکن مڑ مڑ کر یہ کہنے لگے کہ کبھی جاتی ہے۔ کہ ڈرنا مست میں ابھی آئی کی آئی ہوں۔ جب زیادہ باہر سے اس تکرار کا موقع نہ دیا۔ تو سید ہی اپنی گہر کی طرف راہی ہوئے۔

یہاں فرصت پا کر پہر ان خیالات نے آگاہی جن کو بڑھیا کی ہوشیار تدبیر بن شکل روکے ہوئے تھیں۔ لیکن اب ان میں سب سے زیادہ اثر خوف کا ہے جو راسے سے ہو کر ہوا کے شدید جھونکے سے اس قدر پیدا ہو جاتا ہے کہ خوف زدہ کہیں شوش ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگتی ہیں۔ لیکن اتنی ہمت نہ رہتی کہ باہر جا سکیں۔ اور اصل سبب معلوم کر کے خوف مٹائیں۔

چراغ کی ٹٹائی ہوئی شیشی بے ہنگام آن رخساروں پر پڑ رہی ہے۔ جن کی جگہ سب سے شرمیلے رہتی تھی۔ گویا آج ہی اوس کی شعاعوں کو یہ موقع ملا ہے۔ کہ انکے بہر کر اس رخسار آتشیں کو دیکھ سکیں جنہوں نے اپنا نور و اداسیت زمانہ کی نذر کر کے ترقی کے پھول کی سی اور نظری حاصل کی ہے۔ یہی چہرہ زمین تہوڑی دیر بعد اڑ کھڑی اٹھتی کہ دروازے کی کنڈھی لگا کر اس ڈر سے نکلت پڑے۔ ہاتھ میں چٹخ اٹھایا۔ اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی تھی۔ پر قدم قدم پر قدم سوسن کا ہوا ہوتا تھا۔ اس ناہ پروردہ کو بہ کام کس دن کرنے پڑے تھے۔ طوعا کرہا و روازہ کی طرف بڑھ ہی لیکن ہاتھ کا نیا جاتا تھا۔ اور چہرہ پر ہوا کیان اٹھ رہی تھیں دل کی تڑکن کا یہ عالم تھا۔ کہ اگر کوئی قریب ہوتا تو بجائے چراغ اوس کے ہاتھ میں گھڑی ہونے کا گمان کرنا چکیا پڑے ہونے ہاؤن نے بشکل یہ چراغ رستہ کی کہ زنجیر تک پہنچے لیکن غضب یہ ہوا کہ ایک ہوا کا جھونکا اس زور سے آیا کہ چراغ گل ہو گیا۔ اور ساتھ ہی باہر سے کو اڑون کو کسی نے دھکا دیا۔ چراغ کا بھٹنا تھا کہ حواس جن کو اب تک تھام تھام کر رکھا تھا پھراں ہو گئے۔ اور کو اڑون میں کسی شخص کی آہٹ سے ایسا خوف چھایا

جائے ابھی اور کیا کیا میری قسمت میں بد اسے ابتدا یہ کچھ ہے تو انتہا تو کیا
ہوتی ہے۔

عورت نہ کچھ ہر فی سہینہ ہوائی ہے۔ آپ تو اپنے ہاتھ ان
مشکوں میں پڑیں۔ وہ نگوڑی کچھ بات بھی ہو مگر جو یہی خطا معاف ہے
آپ جیسا صندی آدمی بھی نہ دیکھا ہوگا۔ انہوں نے کیسی کیسی مشقت کی
میں نے کس کس طرح سمجھایا مگر تنے کی ایک تو مانی ہی نہیں۔ اور سچ کہتی ہیں
اب بھی وہ آپ کے کوڑیا غلام ہیں۔ دیکھو تو آپ کی کیسی کیسی خدمت کی کن کن
سے آپ کی جائداد چٹائی پہرہ بندگی جس کا یہہ انعام۔

نارنہین پہرین ادن کو پانچ سو روپیہ دیتی تو تھی۔ دیکھو ان کو اپنے
غرض ہوتی ہے اور کیا چاہتے ہیں۔

عورت آپ نے کوئی اُن کو فقیر سمجھا ہے۔ ایسے ایسے پانچ سو
کی انہیں پرواہ پڑی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ روپیہ تو میں چاہتا ہی نہیں۔

نارنہین تو یہہ مجھے خبر نہ تھی کہ وہ بلی اور بندر والی مثل کریں گے۔

کہ دو بلیوں نے پنیر چرایا۔ اور لگین لڑنے کے کیون کر باٹھیں۔ ایک بندر

ان میں بیچ بیٹھے اور دو نامساری کٹر سے کرسکے اور سے تو لا تو ایک بلی ہرک

کیا۔ بیچ صاحب جھوٹ سے ایک کمر اکتر کر کہا گئے۔ اسے دوسرا پلہ جھوٹ

کیا۔ اس میں سے بہت سا چٹا کر لیا بلکہ ان گھبراہٹ میں کہ یہہ تو مفت ہی پلا

چلا کر کہنے لگین کہ میں اسے ہم دانی ہیں لیکن بندر کا سپہ کو واپس دینے سے

فرمانے لگے کہ باقی ماندہ میرا حق محتاج ہے تو انہوں نے حق مرنا زمین میری

ساری جائداد تو سہنگوالی دوسرے ہر دشر لڑتے ہوئے) ابھی دعویٰ باقی

ہے۔

عورت جھلا جو کوئی کسی کی جائداد چھین سکتا ہے۔ ہر گز

اندھیر تھوڑا ہی آگیا ہے۔ یہ تو صرف دہکتی ہے۔ خدا آپ کی جائداد

میں آپ کو رسنا بنانا نصیب کرے۔

مازنین یہ نصیب ہو رہا ہے نا۔ کہ آج اس کہنڈر میں پڑی ہوں
خدا کسی کو خانہ ویران نہ کرے مجھے ستا کر کوئی کیا پھل پائے گا۔

عورت سچ ہے بیوی سچ ہے۔ آپ کی حالت کو دیکھی
نہیں جاتی اٹھ!! ایک وہ زمانہ تھا۔ مگر بیوی مصیبت

تو پیر پیغمبروں پر ہوتی آئی ہے۔

مازنین (نہایت افسردگی سے) ہاں۔ ع۔ جو کچھ خدا دکھائے
سونا چار دیکھنا۔

عورت مگر بیوی ایک عوض میری ہی ہے۔ کہ انسان کو ہائے
کہ سچے سچے کام کرے۔ اور عقل سے مصیبت کے دفعیہ کی کوشش کرے۔ پاشا

سچہ۔ زمین اپنی ایڑی تو دیکھوں۔ پڑ ہی لکھی اور پھر یہ ہٹ کہ الامان
دنیا ادھر سے ادھر ہو گئی مگر تم ہی اپنی بات سے نہ ٹلیں۔

مازنین (فخریہ مسکراتے ہوئے) خلع بہ منت یک طرفہ ہے شیعہ
تمنا کا کلمہ۔

عورت میں تو یہ فارسی سمجھ نہیں۔ تو خیال
کر کہ آخر آپ (ہاتھ جوڑ کر) اس سے بہتر دنیا میں اور کیا پالیں گی۔

مازنین (عشہ اور غصہ کر رہے) ہوا ہوتی آواز میں) پھر وہی ذکر
چھوڑ۔ یہ تو ایک اور کہ۔ یہ سب سے بڑا ذکر نہ آئے۔ ہائے اللہ اب میں ہوں

آؤں کہ اب میں ہوں نہ چھوڑتا۔ سچہ آؤں سے کچھ رشوت تو نہیں دے گا
میں تو خوش ہوں کہ اب اس سے آگے نہ آؤں۔ تو یہ کہیں نہ آؤں۔

نوشہ سنا جس عورتیں جیسا کسی کی ترغیب بیان کرتی ہیں تو انہیں خیر نہ دے سکے پھر یہ کہیں
میں کہ میں اپنی ایڑی تو دیکھوں۔ اُن سے قطعاً نہ میں اس فقر سے مدد دے سکے۔

نظر بد سے ان سے بچنا ہے۔

وطنی کے خط و خال سے آراستہ نہ تھا۔ ایک زمانہ تھا کہ دہلی علوم و فنون کا مرکز اور تہذیب اخلاق کا شہر تھی لیکن افسوس کہ اب یہہ باتیں یہاں خواب و خیال ہیں۔ شریفین کی بے تربیت اولاد اُن تمام خوبیوں سے محروم ہے جو عموماً خاندانی بزرگوں کا جوہر رہی ہوں۔

بلی مارون کے نکلنے پر ایک خوفناک لانا خانہ معمولی فرش اور آرائش کے ساتھ مزین ہے۔ اور گرمی کی ٹھنڈی راتوں میں البیلی لوزہ ان کا عمدہ ماسکن رہتا ہے اس مکان کو ایک خصوصیت یہ ہے کہ سال کے کسی دن میں صبح سے شام کے چار بجے تک یہاں انسان کی آواز نہیں سنائی دیتی۔ اور مغرب کے بعد سے رات کے اکثر شروع ہوتوں میں بہت دیر تک اس کمرہ کے بے فکر اور بے باکانیہ چپے بند رہ کر کوہی لمحہ کے لمحہ رشک سے ادھر متوجہ کر دیتے ہیں۔

اکبر علی۔ منصور خان۔ فرحت مرزا۔ حیدر بیگ۔ جان ارشاد۔ شریف مرزا۔ حسین علی۔ بدر الدین۔ اس کمیٹی کے اعلیٰ ممبر ہیں۔ جبکہ جلسہ ہر روز رات کو ہوتا ہے۔ اور ان کی پابندی نے ثابت کر دیا کہ ہمارے متاثرین پرانے نیکو کلیں اور عادات اور مصلحتیں بڑھتی ہیں۔ اس مجلس کے اغراض کسی علی یا ملکی معاملہ پر تہی نہ ہوتے اور اگر ایسا ہوتا تو شاید یہ رونی نصیب ہونے والی ہی نہ تھی۔ بلکہ اس کا اصل مقصد تھا کہ ہر ایک محنت کے بغیر تفریح۔ لیکن وہ تفریح جو دل و دماغ بلکہ روح کو خراب کر دے اور دماغ کو کمزور کر دے۔ اور تفریح۔ شش بھر۔ وغیرہ وغیرہ مشاغل و تفریح۔ اور ناشائستہ اور غیر منظم مذاقی تفریح زبان کا جو خیال کیا جاتا تھا۔ ان لوگوں کو اگر اس سے کچھ فہم تھا تو یہی آباد اجداد کی قابلیت اور بزرگی اور سادہ اور سادہ۔ لیکن یہ کمزور تفریح جو ہمارے پرانا دیتے تھے۔ لیکن یہ اصل میں ان کے مزاج کی کوہنہ تھی اور ان کی اور ان کی اور ان کی ظاہر کرنا سب سے میرا تہذیبیہ خواہی تھی اور اس سے آواز آئے۔

کہ جس نے جو کہہ دیا۔

نوجوان ہے اور ولی کے ہاتھ پہنچا تو کچا سا فیشن رکھتا ہے باپ ایک معقول جائیداد کا مالک تھا اور شہر کے شریف اور روادار آدمیوں میں شمار ہوتا تھا۔ اکبر ابھی بچہ ہی سا تھا کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ مان بچاری عورت ذات خاطر خواہ اولاد کو تسلیم نہ دے سکی۔ محلہ کے حافظ جی کے سپرد کیا انہوں نے بہ ہزار وقت سات سال کے عرصہ میں قرآن شریف پڑھایا۔ مگر جب مکتب چھوڑا ہے۔ تو پورا وہ یہی یاد نہ تھا۔ اسے فرشتہ خلعت آدمی یہہ شریں چھپل ہر روز بہانہ کرتا اور ایک حرف نہ پڑھتا۔ یہہ حال دیکھا تو بے چاری مان نے زردوزی کے کام پر بٹھایا۔ کچھ دنوں تو اوس میں کچھ فاک اڑائی لیکن بارے خدا خدا کر کے اتنا سیکھ لیا کہ بری بھلی طرح اپنا پیشہ پائالین۔ اب طبیعت کی رنگینی اور عیش پسندی نے جو بزرگون کی میراث سے چلی آتی تھی یہہ رنگ اختیار کیا کہ فرصت کے وقت کو دوست و احباب کے جلسوں میں بسر کرتے گئے۔ دلی جیسے شہر میں بے فکر دن اور عیش کے بندوں کی ایک کمی تھی۔ تہہ بڑے ہوشیار جلسہ نے وہ رونق پکڑی کہ اوس کا عشر عشر آج تک محمدان آبجو کیشنر کا انفرسٹ کر فیض نہیں آئے۔ ہر روز ہوتے اور میلوں کی رونقیں بڑھاتی جاتیں۔ فیشن جو روزانہ ہوتا نہ ہو مگر ہر رات شب برات تھی۔ اس جلسہ کے ممبروں میں سمیعیت۔ افلاس۔ رنج سب کچھ ہو مگر نہ تھی تو عاقبت اندیشی کی کمی اور ان کے افعال سے پشیمان کرتا تھا۔ بازار کہتے۔ جس بات کا ہم ذکر کرتے ہیں اس روز اکبر کے چہرہ سے کچھ عجز نہ تھا۔

دو وقت سے شہر میں ایک قدر ہلچل تھی۔ عوامان کچھ بڑا رے کے۔ ہی ٹائرس۔ ٹوٹی۔ ٹیبلٹ والے ٹریک جو سلسلہ الزام کے حامی اور بڑی خواہش تھی اس نام سے اس طرح اور ترقی عجم کے رستے کی کسا کافرنس۔ محار۔ ایک کچھ سنا

کافرنس کے نام سے قیام کیا جسے مختلف شہروں میں سالانہ چاہتے ہیں۔ اور در در دور سے کھانہ بردہ کھانا اور بلاتے جاتے ہیں۔ خود سیرمد حسب کافرنس کے سکریٹری بلکہ ہر دوست و ہمراہ فرستے تھے۔ سلسلہ میں جب کافرنس کلاسز اتانہ بلاتے ہر مقام پر پہنچتا تو ان کو بھی شرکت کا اتفاق ہوا تھا۔ جسے بڑی ہوشیاری کا ہاتھ تھا اور جیسے ایسا ہی ہوتا ہے خدا کے لیے کوئی عملی خاکہ دہی پیدا نہیں

اور قافلہ کے زعمین یا فراخ حوصلگی اور بلند نظری سے اس کی ابرو پر بھی چین نہیں پڑا۔ جب سازشیں یا دشمنان کی مخالفتیں اس پر ظاہر ہوئیں تو اس طرح بے پروائی سے ٹال دیتا یا بخشتا کہ گویا یہ کوئی بات ہی نہ تھی رفتہ رفتہ اس کے علم اور بردباری نے دلون کو ایسا تسخیر کیا کہ خود نفضل ہو ہو کر وہی لوگ اس کی مدح خوان دوست ہو گئے۔ کیونکہ کوششیں ایسے شخص کی مخالفت پر ہمیشہ اسی طرح ہوتی ہیں۔ یہ حال دیکھ کر دوست اور بھی اس کی خوبیوں کا کلمہ پڑھنے لگے۔ یہ عمر کا چوبیس سال تھا جو انسانی زندگی کے عروج کا زمانہ ہے۔

فوجی ورزشوں نے اسے اور بھی چست و چالاک اور سڈول بنا دیا تھا اور مجلسوں میں آنکھیں اور انگلیاں اس کی طرف اٹھتی تھیں۔ اس کے فوٹو اصلی قیمت سے بھی زیادہ قیمت پر فروخت ہوتے تھے۔

حامد کی خوبصورتی اور ہر و لعزیز ہونا ایک فوٹو گرافریٹری میں منتقل کر کے حق میں مفید ہوا۔ جو آج کل حامد کی کوٹھی کے قیسمت پر ایک سو دوسرے کے لیے بیکار ہو چکا تھا۔ یہ لیڈری فن مصوری سے اچھی طرح واقف تھی۔ اور اکثر ان موقعوں اور جلسوں کی تصویر کھینچتی تھی جس میں حامد کی شرکت ہو یہ تصویریں بڑی قیمت پر بیعت کی جاتی تھیں کیونکہ ان دنوں حامد کی تصویر سے اہم کی آرائش کیجئے پیش میں شمار ہوتے تھے۔ لیڈری فن مصوری کے علاوہ کچھ ریسیٹی میں بھی دلچسپی لیتی تھی اور خطا بری بناؤں کے بارے میں خدا وادش کو اور رونق دینے کی ہمت نہ کرتی تھی۔ یہ وہ وقت تھا کہ تبارک کا سبب واقع ہوئے مار و ضربت کا وقت تھا۔ مار و ضربت کے گشت و گذار میں گھر رہنے لگا۔ جو ان لیڈری کی دلریا نہ ادا نہیں کھی تو اس کو

معلوم بنا کہ ٹھنڈے ٹھنڈے سانس بہرنے پر مجبور کرتی تھیں۔ اور کبھی حالت انقباض میں شگفتہ اور باش کردیتی تھیں۔

اپریل ۱۹۸۰ء کی پہلی اتوار کا دن صبح کا سہانا وقت ہے۔ حامد انبی کوٹھی کے برآمدہ میں بیٹھا ہوا ہے۔ سامنے ایک خوشنما چھوٹی میز لگی ہوئی ہے اور وہ ایک کانڈکے پرزے پر کچھ نوٹ کر رہا ہے۔ اوس کا استغراق بتا رہا ہے کہ کسی ضروری اور بڑے کام میں مصروف ہے اور بار بار گھڑی پر نگاہ ڈال کر کرتی ہے کہ کسی ابھی آئیو الے امر کی نسبت ہے۔

سائنس کی روش پر مس کیتھارائن اٹھکھیلانے لگی ہوئی آرہی ہے مگر حامد کو اپنے ہم سفر فریشتہ سے ذرا اطلاع نہیں۔ مس کیتھارائن کا انداز خرام اور اس کا حامد کی طرف کن آنکھیں سے دیکھہ دیکھہ کر مسکرانا بے تکلفی سے چھوٹ توڑنا اور پہرہ دل عاشاق کی طرح مسل کر پھینک دینا۔ ستانہ چالین تارمون کی لغزش اور پہرہ لغزش پر تبسم آمیز چین چین اور عداوت کے متوجہ کرنے کو کچھ ہوٹوں ہوٹوں میں کہتے جاتا یہ سب ایسی چالیں تھیں کہ جب حامد کی نظر ادھر متوجہ ہوئی تو چند منٹ تک دوبارہ کاغذ کی طرف متوجہ ہونے سے قاصر رہی۔

از کجائی آئی ای سرست خوبی محض از عطر آگین نابین عیب نیست

مجلس شریعتیہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند

یا انہاں پر جا کیوں گئیں کہ نہ کہو..... کہو

و ادوات تو میں کہہ کہ میں نے فارسی طرہ کہ ہی ڈیٹی

ادب کے لیے ایک نیا دور کی ابتدا ہے۔

اندریک کجی

ان کیون بنین میں تھا راست اور تم میرے دشمن۔

زور اچھڑا کر پہنچاؤ

حامد وقت کم ہے اور تم میرے کہنے میں حل انداز ہو مین۔ تم آئیں اور میں نے کام کو خیر باد کہا۔

س تو خیر میں جاتی ہوں آپ اپنا ہرج نہ کریں۔

یہ کہہ کر لیڈی نے برآمدہ سے نیچے قدم رکھا۔

حامد ہائین! ہائین! بات سنو۔

س (جواب نہ دارد)

حامد میٹر کے گلدستہ سے ایک پھول نکال کر اور لیڈی پر پہنایا

واہ یہ بھی کوئی بات ہے۔ ایسی تنک فراچی۔ تم کے کچھ کہنا ہے۔

س میں پہر آسکتی ہوں اب آپ کا ہرج ہوگا۔

حامد ہنیں ایسا ہرج ہنیں ہوتا۔ وہ تو لیکچر کے واسطے دو تین پوسٹیں جمع

کرنے تھے۔

س آپ کو لیکچر ہی سے فرصت نہیں ہوتی بڑے بچارے نیوٹرکلیٹ

حامد لوگ آکر اصرار کرتے ہیں تو میں کیا کرؤں؟

س تو کیا آج ہی جلسہ ہے۔؟

حامد آج نوبت ہے۔

س کھان۔

حامد وارڈ انسٹیٹوٹ مین۔

س میں نے تمہاری لیکچر دیتے ہوئے تھا۔ یہ نہیں لو آج ادس

جائے گی۔ تھوہیر لوان۔ کیوں؟

وقت سب سے پہلے انڈین احمد خان جیہا سپرٹنڈنٹ کرتے اور ان کے ذمہ دے۔ تو درگوش کی ترتیب اور

اصلاح کے واسطے ایک بورڈ بنوئے ہوئے ہے۔ پہلے اسکول کی کونڈا۔ پھر گورنر کے عہد میں کاندھلوا دھیا کی جمع ہو گئی اور پھر

انڈین ترقی کی خصوصیات اور ان کی تعلیم میں بہت کمی پائی جاتی ہوئی۔ اور اس میں ترقی کرنا سب سے کم سن رئیسوں کی علم کی مدد سے ہوئی

مگر اس میں ایک اور بڑی صاحب نہ ہوئی۔ انھوں نے خاص کر لڑکے کے بعد مدر کی طرف توجہ نہ دی۔ اور رفتہ رفتہ لوگ لگائے۔

یہ صرف آب کا طفیل ہے کہ اب بڑے بڑے آدمی مجہدی سے تصویر کھینچواتے ہیں۔ درنہ پٹ
کون جانتا تھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

حامد

باب یازدہم

دیکھنا تقریر کی لذت کو جو اُس نے کھا۔ مین نے یہ جانا کہ گویا یہ ہی میرے دلیں تھا
اتوار کا دن صبح کے نو بجے وارڈ انسٹیٹوٹ کے دروازہ
پر سوار یون اور سواروں کے پر جمے ہوئے ہیں۔ ٹرک پر گھوڑے گاڑیوں
کی کثرت بچارے پیدل راستہ چلنے والوں کو عجب پریشانی اور تکلیف مین ڈالتی ہے
کیونکہ سلسلہ اس قدر دور تک چلا جاتا ہے کہ اکثر موقعوں پر ہر کو اپنی حفاظت کی
خاطر بہت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ انسٹیٹوٹ کے دروازہ پر خوشنادرختوں کے
پتوں اور ہیلوں کی آرائش اس وقت عجب بہلی معیارم ہوتی ہے۔ دروازہ کی پیشانی
پر سے سورج کی کرنیں ”جولیکم“ کے چکدار سنہری حرفوں پر پڑ پڑ کر روز طہیز کی جھلک
پڑھانے لگتی ہیں۔ دروازہ سے ہال تک بجری کی ٹرک کے کنارے خلیفہ
ہو دون کے گھلے چھتے ہوئے ہیں جن قدرت کے صناع نے ایسے ایسے عجیب
کمال کہاں سے مین کہ مبصر انکھیں تیرتے اور استعجاب کے ساتھ دیکھتے ہیں اور
سیر نہیں ہوتیں۔ اور اس پر مانیوں کے سلیقہ مند ہاتھوں نے اون کو ایسے عمدگی
سے ترتیب دیا ہے کہ اون کا سین اور دو ہانا ہو گیا ہے۔ خصوصاً اُن کی ہاتھوں
پان کے بیڑ میں پر دیکھنے کے تارن ہے۔ کیونکہ بہان خوشنادرختوں کی کثرت اور
عجیب عجیب پھولوں کی بہار سے تاوانفت آنکھیں خوار شو کے دھوکہ مین پڑتی

ہن سیڑھیوں پر خوشناسرخ پا انداز کے کنار سے اس قسم کی خوشنما ہریا دل اور بہار
چشم تصور سے دیکھی جاسکتی ہے لیکن زبانِ تسلیم سے ادائیتیں ہو سکتی۔

دسیج مال کی دیوار میں خوشنما قطعات اور تصاویر سے آراستہ ہیں فرش پر پیش ہا
قالین بچھے ہوئے ہیں۔ اور انہر نہایت نفیس کرسیاں تھار در قطار لگی ہیں۔ ڈیز پر
ایک بڑی میز بچھی ہے جس پر ہن خوشنما کلو تہہ پڑا ہوا ہے۔ اور پریسیڈنٹ کی ٹیبل
مربع کرسی برابر بچھی ہے۔ اس کی پیچھے اور پچلو ٹون پر ایک لائن میں۔ لیچر ار
اور دیگر امراء کی کرسیاں ہیں۔ جو اپنی خوبصورتی میں بے نظیر ہیں۔ میز پر ہن خوشنما
گلدانوں میں دو گلدستہ کچلہ لیلیٰ و لفریبی اور خوشنمائی سے رکھے ہوئے ہیں۔ کہ
ان کی پیاری پہولوں کی دلکش خوشبو اور خود پہولوں کی دلربا صورت تھوڑی دیر
کے لئے ضرور ہر ایک ہمان کی توجہ عالمِ محوئیت میں لایا۔ اور ہر طرف کھینچ لیتی ہے۔

ہال کے دونوں طرف جماعتوں کے کمرہ ہیں۔ جن میں دریاں کا فرش ہے۔
اور انہر مینج اور ماسٹرون کی کرسیاں قرینہ قرینہ سے رکھی ہیں۔ جماعتیں
دیواروں پر بچائے تصاویر و قطعات کے ساتھ ان کے نقشہ اور دیگر نقشہات ہیں
ہیں جو علاوہ مکان کی آرائش کے عجیب و غریب معلومات کا ذخیرہ آسان زبان
کرتے ہیں۔ مدرسہ کی عمارت کے سامنے چوٹا سا خوشنما باغچہ ہے جس میں سیوہ وار
ٹرانڈرینڈ ہے۔ رہی ہیں اور خوش الحان یہ انداز۔ پیشے پیشے راگ گار ہے ہیں۔
اور چونکہ آجکل موسم بہار ہے کیا ریاں مالیوں کا ٹوکرا بن رہی ہیں۔

پائے سرو سنل در فستادہ۔ نبفشہ پیشیں سوس سوس نہادہ
باغیچہ کے دوسری جانب بورڈنگ ہوس ہے جس میں تیس کمرے ہیں۔
کمرے گویا سادی آرائش اور آسائش کا نمونہ ہیں ایک ایک کمرہ میں دو
دو ٹا بعلوں کے رہنے کی جگہ ہے۔ ان کمروں میں ایک ہی قسم اور
ایک ہی فیشن کا سامان نظر آتا ہے۔ اور چونکہ خاص بورڈنگ کی غرض
سے بنائے گئے ہیں۔ ان کی مشابہت ناواقف شخص کے واسطے پہول معلوم

ہے۔ کمرے بسیج اور دلکش ہیں۔ ان میں دریاں بچی ہوئی ہیں اور ایک جانب طلبہ کی مسہریان لگی ہوئی ہیں۔ دوسری طرف دیواروں کے برابر کتابوں کی الماری اور میز کرسی رکھی ہے۔ میز پر کلو تہ اور اوس پر تعلیم کا ضروری سامان خوش سلیقگی سے رکھا ہوا ہے۔ خوشنما چوکھٹوں میں انقباض اوقات اور دستور العمل کے نقشہ جڑے ہوئے ہیں۔ اور یہ بھی افلوک کردن کی آرائش ہیں ہر ایک کمرہ کے متعلق ایک ایک حتم اور ملازم کے رہنے کی جگہ اوسی کمرہ سے ملتی ہے بورڈنگ کے یہ تیس کمرہ تین اور وسیع کردن کے گرد بنے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک ریڈنگ روم ہے جس میں ایک بہت بڑی میز لگی ہوئی ہے اور چت میں بڑے بڑے قیمتی لیمپ لٹک رہے ہیں۔ جن کی روشنی سے رات کا دن ہو جاتا ہے تاکہ طلبہ بے تکلف پڑھ سکیں۔ دوسرا ڈائننگ ہال ہے اور تیسرا لائبریری۔ لائبریری کا کمرہ نہایت آراستہ ہے دیواروں کے برابر الماریاں لگی ہوئی ہیں۔ جو ان بیش بہا خواندوں سے پڑھیں جو دنیا کے بڑے بڑے نامور مصنفوں۔ اور حکیموں عالموں کا سرمایہ نازر ہی ہوں۔ اس کے گردین سنگ مرمر کی ایک گول میز ہے جس پر چند اخبار رکھے ہیں۔ کمرہ میں بہت سی خوشنما آرام کرسیاں بہت قریب سے لگی ہیں جن پر شوقین طلبہ اپنی نشستیں کرتے ہیں۔

آج طلبہ کے چہرہ کی مسرت دیکھنے کے قابل ہے اُن کے چہرے پر خوشی کا اظہار ہے۔ دل بانش اور کچھ عجب کچھت ہیں۔ یہ سب سچے سچے بیخودم ذریعہ سچے سچے ہال میں جمع ہیں۔ ان کی اندلی سنجیدگی۔ ممانعت۔ اُن کی اذستادوں کی لیاقت اور عمدہ تربیت کا ثبوت دے رہی ہے۔ اذستادوں کا اسستاد مسند بہانوں کے استقبال میں سب گرم ہے۔ جن کا اس وقت

۶ - سید فیح الدین - و مرزا سعید اللہ بیگ شعلمان آوار ڈانسٹیوٹ - انجمن
جلسہ کی تشریف آوری کے شکریہ میں ایک نظم پڑھیں گے اور بعد ۱۲ بجے
جلسہ برخواست ہوگا۔

گہنٹہ میں نوبے اور ساتھ ہی ایک سنجیدہ شور میں ایک آواز کہ نواب
مدار الہام بہادر تشریف لاتے ہیں۔ کہتے ہوئے سنائی دے۔ نہایت ادب سے
صدر مجلس کا استقبال کیا گیا اور ان کی کرسی صدارت پر تشریف فرما ہوئے
بعد کارروائی جلسہ شروع ہوئی۔ ہر طرف سرگرمی تھی کہ کم از کم پچیس منٹ
سپرٹنڈنٹ صاحب کو اس سال میں مدرسہ کی ترقیان اور دیگر کوائف بیان
کرتے ہوئے صرف ہوئے۔ اور آئندہ بہت اچھے اچھے امیدوار لایا گیا۔
مولوی جمیل احمد صاحب کی نظم نے حاضرین جلسہ کو بہت محظوظ کیا۔
شران کلامی - فصاحت - بلاغت۔ اور بلند پروازی طبع نزاکت مضامین کی داد میں
چیز کے شوق سے بااثر گرجا اٹھا۔

اون کی نظم کے بعد ہمارے ہیروز کی اڑی وہ عجیب مردانہ انداز سے
ڈیڑھ گھنٹہ سے پہلے تمام شہر کا موسم بہار اور اوس کی لیاقت کا سکھ جواں و جوان
تھا اور کا باعث ہوا کہ بعض نظریات و شک و شبہ اور بعض چیزیں جو اب تک
اوس کے گہری خیال کر سکیے در معلوم کیا کہ یہی وہ ہیں جو اسٹوڈنٹ باقی ہوتے
جو سیکس نوٹس نکال سکے۔ اور ان کے جلسہ پر سرگرمی و ترقی تھی۔ لیکن جب وہ گھنٹہ
صدر انجمن کی طرف متوجہ ہوئے تو کانفرنس جلسہ ہاتھ کے خفیہ رخسہ کے انجمن
سے ان کی کیفیت کا آئینہ دکھایا۔ اس آئینہ میں اوس کے فیض بیان سے مستفید ہونے
کی سرشت کے اظہار میں چیز کی آواز سننے اور سے تھوینے دی۔ اور چیز کا شور
کم ہر سنے ہی لیکچر کے ہونے سے جاوہر سے لفظا لکھنے لگے۔

وہو وہو

ابھی سوچی برقی بجلی وہ زباں پر آ رہا تھا۔ قبول خاطر موسیٰ کلامان کن بیٹا نم را
 میری عمر کا موسم بہار دوسری پر اتم اوت مائی لائف وہ ناز تھا جب میں دہلی
 کے سینٹ شیفز کالج میں پڑھتا تھا۔ تعلیم کے لحاظ سے بہ کالج اور وہیں اعلیٰ
 درجہ پر نہیں تو کسی سے پیٹا ہی نہیں رہا۔ لاہور کے کالج کی طرح ہفتہ میں ایک
 بار یہاں بھی مذہبی اور اخلاقی مضامین پر لیکچر دئے جاتے ہیں۔ آپ جانتے
 ہیں کہ جب لائق پروفیسر مذہبی جوش میں اپنا فرض نبھاتے ہیں تو ان کے ہاتھ
 ہوتے ہیں تو پند و نصائح کے بارے میں لکھتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ اکثر لکھتے ہیں
 کہ ان کے دل میں ایسے گہرے ہوئے تھے کہ ہاتھ ڈالتے ہوئے
 دل دھڑکتا تھا۔ شریک جلسہ تو میں ہی ہوتا تھا اگر نہ ہاں میں نے خذ و اصفیٰ
 کے ایک راک کے معنی ہی سمجھ رکھے تھے کہ بیونیورسٹی کورس میں جو امداد مل کے
 رہتی تھی وہ جانیں اور ان کا تعلق احسبنا کتاب اللہ اوس وقت سے
 یہ خیال اکثر کہتا تھا کہ اگر ہمارے اسکول میں بھی مذہبی اور اخلاقی
 تعلیم دی جائے یا قوم کے ہمدرد کوئی ایسی سوسائٹی قائم کرے تو ضرور
 مفید ثابت ہو یہہ کان چرین باتیں کہیں تو یہ ہیں ہی نہیں۔ اور یوں ہر ایک
 شخص کو اپنی فرصت نہ ہوتی کہ کتابیں پڑھیں اور اپنے دل کو ان کے مضامین
 سے ملانے کے لئے۔ ہر وقت پر لیکچر تھے اور ان کے لکھے ہوئے کتابچے پڑھتا تھا
 کہ یہ سنی ہوئی باتیں نقش کالج پر ہوتی ہیں۔ لیکن افسوس کی آنکھوں سے
 حسرت کے اشک۔ چہ کہہ سکتے ہیں جب یہ خیال آتا ہے کہ اوپر کسی کو تو یہ
 نہیں۔ اور ان کو بھی جانتے دوجہ ایسی تعمیر چکے لیکن ہمیں اپنے گلزار کے
 نو بنالوں کا کھیت دین تو ضرور ہے۔ اگر دنیا میں رہتا ہے اور عزت و حرمت
 دینی کاغذ پر نہ لکھ کر جتن کے ہادیوں سے ایک شایان کالج قائم کیا۔ اس کی عمارت کشمیری
 دروازہ واقع ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کے نصاب تعلیم کے موافق برائے پڑھائی ہوتی ہے۔ علاوہ
 اس کے ہر روز ایک گھنٹہ مذہب و عبادت کی تعلیم دی جاتی ہے۔

تصیب
 آج کل ہندوستان میں تعلیم کی ترقی ہے اور اگرچہ صرصر زمانہ نے تمام مذہبی
 کی رو کوں کو خس و خاشاک کی طرح اڑا دیا ہے پر ملازمت نہ ملنے کے سبب لوگوں کے
 دل تعلیم کی طرف سے کھٹے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی لوگ یونیورسٹی
 کورس کی بیٹا پر کچھ لے پڑے ہیں کہ ہر کس آکھین بند کئے ادھر ہی چلا جاتا ہے
 اگرچہ بڑ بڑاتے ہیں پر جی۔ اے۔ اور ایم۔ اے۔ کے حرفوں میں کچھ ایسا تو
 ہے کہ لوں کے کہینچے میں مقناطیس کا کام کرتی ہے اور خدا کو ہندوستان کے
 حق میں کچھ بھلی کرتی ہے کہ ان کے دلیں لگا دی ورنہ ہندوستان کو یورپ
 کی سی آج کل کی ترقی تو نصیب ہوگی یا نہ ہوگی ان آج کل میں وہاں کے سے دور کی
 ایجنٹ نے تو اندھیر مچا دیا ہوتا۔ ۱۸۶۰ء سے ۱۸۸۰ء تک یورپ میں ایک لاکھ
 گزر رہے کہ جن کی تاریکی میں ہاتھ کو ہاتھ نہ سوچتا تھا۔ مذہب اور اخلاق و عورت
 مردہ پڑے تھے جن کا نہ کوئی نام یوا تھا نہ بانی دیوا از میں بخر پڑی تھی جس میں مذہب
 و دیگر حیوانات اپنے ہم خصلت انسانوں کے ساتھ آرام رہتے تھے صنعت
 اور دستکار بن گئے تھے کہ سب معمولی ہتھالی کی اسشیاء ہی ناما سب تھیں دن باری
 قافلہ لٹتے تھے اور خود اپنے لئے رٹوں قلعوں سے نکل کر بیگناہ مسافروں کے
 نوٹس لئے اور ان قلعوں سے نکل کر یورپ میں فیوڈل مسٹیم دائیں
 اور بائیں لگا دی گئی تھیں پھر اس کے ذریعہ ان کے ذرا کین میں اپنی تمام زمینیں تقسیم کر دی
 اور ان سے ہر جہہ عہد لیا کہ بولت ضرورت فوجی ادا کریں گے اور کین دربار اپنی تخت امر کو اپنی جاگیر
 تقسیم کر دیں اور ان سے اپنی وفاداری اور فوجی ادا کا اقرار کر لیا۔ رفتہ رفتہ یہ جاگیریں
 موردی ہو گئیں اور یہ آئین اصلاح نفع اور مذہب اور تہذیب اخلاق میں دوڑ گیا۔ اور اول
 اول اس آئین سے وفاداری شاہی اطاعت اشاعت تہذیب اور امور معاشرت اور تمدن میں
 بہت ترقی ہوئی۔ لیکن جب سرداروں نے بادشاہ کی اطاعت سے انحراف کر کے اپنی اپنی جاگیر
 میں مطلق العنانی اختیار کی تو ان کے اوضاع و احوال بالکل بدل گئے کیونکہ اب ان کے افعال و

کا حال ایسا تو کیوں ہوتا مگر سلطنت دہلی کے زوال کے بعد خلق خدا و ملک خدا تھا
یہہ تعلیم ہی کا اثر ہے کہ حیوان سے انسان - وحشی سے مہذب - جاہل سے عالم -
نادان سے عاقل بناتی ہے -

بے چارے ہندوستانیوں نے ابھی سیکھ ہی کیا لیا ہے کہ آپے سے باہر ہو چلے
چلو ہی بہر جو پانی میں گز بہر اچھل چلے - یورپ کی ہمسری کو تو ابھی مدین چاہتین
اتنا ہی تو نہیں کہ خود ملک اور اہل ملک کے لئے کچھ مفید ہو سکے - اور اگر مفید
ہوتا تو اگلے روز گار کی یہہ ترہ ترہ نہ پڑ رہی ہوتی - بڑے بڑے سامانوں
کا تو کیا ذکر ہے آجکل ایک دیاسلائی کا بکس اور دھڑی کی سوئی درکار ہو تو یورپ
کا ہاتھ تھکا پڑتا ہے - غریب سا غریب ہو تو وہ بھی اُن کی تجارت کو نفع پہنچا
بخش رہ سکتا - اور جب ہم اسطرح ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائینگے تو خواجہ
دوسروں کو ہاتھ رنگنے کا موقع ملے گا - یہہ تجارت ہی کا تو پر وہ ہے کہ ہندوستان
چلے ہی چلے خالی ہو گیا اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی - اور یوں کہہ سکتے
ہیں کہ اس تجارت ہی کی بدولت ہندوستان اس سرے سے اُس سرے تک
گھر سے ہی قبضہ اختیار میں آ گیا -

خدا کی دین کا مریا سے پوچھو حال کہ آگ - لینے کر جائیں پیہری مل جائے
ہمارے تو یہہ پوٹ پین کا یہہ حال ہے کہ روٹی ہمارے لگے - میں پیدا ہوا اور
میں مرے گا - یہہ بات سے بنے ہوئے کہیں - اس صنعت و حرفت ہی کی بدولت
دولت انگلستان میں ٹوٹ پڑی ورنہ یوں کسی سے کہہ سکتا ہے اگر
(سنو سنہ ۶۸)

اتراں کا کوئی گمان نہ رہا عام رویہ کی پیروی کا خیال بالکل جاتا رہا - اور چونکہ وہ بار شاہ سے
ڈرتے ہی تھے کہ اگر مراد سے سود ہوتا تھا - جب یہہ پورچاہت کی تار کی جڑ ہی تھی تو یہی ٹوٹی
نور ڈاگبردار سردار - دن و رات سے لوٹ مار کرتے گئے تھے -

ہندوستان کی ترقی علم پر صرف اعلیٰ عمدہ حاصل کرنے تک محدود رہے تو
 ایک ایسا ہی ترقی ملک و قوم کو نصیب ہوتی نہیں۔ البتہ علم پڑھیں اور اسکو
 زیادہ مفید کام میں صرف کریں۔ بوٹائی اور مینیکس (علم نباتات و علم جراثیم) تو
 ہمارے ہاں کلچر میں بہت پڑھتے ہیں مگر ایسے کتنے ہیں کہ زراعت کرتے ہوں
 یا کلچر بنانے میں اسے کام میں لاتے ہوں۔ ہاں ڈپٹی۔ کلکٹری اور اسکا
 اسٹنڈنٹ کشفی کے امتحان پر سب کی رال ٹپکتی ہے۔ اسے ہی کہتے ہیں
 وضع الشی فی غیر محلہ۔ اگر کچھ کرنا ہے تو علم پڑھو اور عالم باعل بنوان
 ہو تہ سینیر (دو طرح پر) ارٹس پڑھو اور صنعت و تجارت کو ترقی دو علم اخلاق
 پڑھو اور عادات و اطوار کو سنوارو نہرا پڑھنا اور اس پر عمل نہ کرنا تو جاہل ہنر
 سے بدتر ہے۔ کتابین الماری میں نہ رکھی رہیں تمہارے داغ بین ادن کے
 عمل کرنے کا وقت تو خیر بھیجے آئے گا اب تو تمکو علم حاصل
 کرنے کی ضرورت ہے (طلبہ کی طرف سے جواب دیا) کوئی مشغلہ کوئی کام کوئی ضرورت
 علم حاصل کرنے کی باج نہ ہو تو چاہیے۔ یہ کوئی آسان کام تو ہے نہیں۔ شام
 چار بجے شام اسی دین میں بسر ہو جائے اور خبر نہ ہو تب جا کر کچھ مل
 لے لیکن ضرور نہیں سمجھو کہ وہ پہل دولت ہو اگر تم دولت حاصل کر سکتے
 اس سے علم حاصل کرتے ہو تو تم شریف کو ذلیل کا فلاح بناتے ہو۔
 اس میں کیا کچھ کھلم کھلا نہیں اور یہی اس کی علت غائی ہوئی چاہئے کہ تمہارا دار
 تمہارا راجہ تمہارا افسر خراب اور ناکارہ باقون سے پاک ہو۔ (چیر)۔
 درمیان انسان کے فرائض اور اس کے حقوق۔ یہ دو اہم امور انسانیت کا
 جو دو پہلو ہیں ان کو کوئی تعبیر کر کے نہیں دے سکتا اور یہی اس شخص میں نمودار ہونا
 چاہئے۔ اس کو کوئی تعلیم دے کر اس کو حاصل کرنے میں صرف کی ہے۔
 اور ابھی ان کو ہی اپنا تحت۔ انجی عزت۔ انجی محنت اسی لئے وقف کر دی
 کیا تم بھی اس نتیجے حاصل کرنا چاہتے ہو۔ شریفیتہ و انجی عزت کیا اس لئے

سے تمہاری ابرو پہل نہ آئے گا۔ اور کیا تم یہ نہ کہہ اٹھو گے کہ یہ مسئلہ
 انہی کو مبارک نہیں اس کی پرواہ نہیں کیونکہ ہمارے پاس اس سے بہتر دولت
 ہے اور یہ ہم کیا ضرورت ہے کہ تم دنیاوی اعزاز سے مستمع نہ ہو۔ لیکن وہ عزت
 جو خوشامد۔ چاہوسی۔ سفارش۔ یا اور اتفاقی ذرائع سے حاصل ہوتی ہے
 خدا تمہیں نصیب نہ کرے۔ بلکہ وہ حقیقی عزت کہ اگر اور کوئی دوسرا تمہاری
 عزت نہ کرے تو تم خود اپنی عزت کر سکو وہ عزت جو دنیا بھر کے اعزاز و اکرام
 سے تم کو مستغنی کر دے اور وہ عزت جو کائنات میں نہ کسے ذریعہ سے حاصل
 ہوتی ہے۔ (چیز)

خدا کی بے انتہا ہر بانیوں میں سے جو انسان کے راہ رست پر لانے کے
 واسطے منزل فرماتی ہیں ایک کانشینش ہے۔ اگرچہ سلسلہ کلام منقطع ہوتا
 ہے مگر اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں تم کو کانشینس کے صفے
 سمجھاؤں تمہاری عمر میں اب اس درجہ پر پہنچ گئی ہیں کہ کانشینس کی سنجیدگی
 تمہارے دل نشین کی جاسکے۔ اور اگر میں اسی پوائنٹ پر سیم اکھن (دغائی
 اکھن) کی پانچ گز جاؤں تو شاید یکچہ دنیا ہی تحصیل حاصل ہوگا۔ ہاں تو کانشینس وہ
 قوت ہے کہ انسان کو برے کام کرنے سے وقت ملاست کرتی ہے۔ اور اگرچہ
 اپنی ڈھائی سے اوس میں اصرار کیے جائے مگر دل میں توفیق اور ایک قسم کی شرمندگی
 اور استغناء محسوس ہوتا ہے۔ یہ وہ قوت ہے کہ جب بعد روئی
 اور اندر یا انسانیت یا نیکی یا لیاقت کا بیج بچھ کر دی جاتے ہیں تو وہ اس بیج
 ہی اندر آرام دہ اور دلفریب خوشی بخشی ہے کہ جنہوں نے اس کا مزہ اٹھایا
 ہے وہی خوب جانتے ہیں۔ یہ وہ قوت ہے کہ جب ایک کوئی دوسرا کسی کو
 یا کسی اور نامائز وسیلہ سے اپنا کام کھاتے ہیں یا اور کوئی کامیابی حاصل کر لیتے
 ہیں تو اوجہ و مطالبہ پورا ہو جاتا ہے اس کے دل کی گلی نہیں کھلتی۔ یہ وہ قوت
 ہے کہ جب صدق دل سے اپنی غلطیوں کا اقرار کر لیتے ہیں تو ان کو شرم

کر دیتے ہیں تو بجائے پشیمانی کے ہم اپنے دل کو کسی بوجہ سے ہلکا پاتے ہیں اور کچھ اپنی ہی قطروں میں اپنا وقار زیادہ معلوم ہونے لگتا ہے۔ جب تک تم اپنی نظریں آپ باوقار ثابت نہ ہو جب تک تمہارا دل گواہی نہ دے کہ فی الحقیقت تم ویسے ہی لائق اور جوہر قابل ہو جیسا کہ تمہاری نسبت خیال کیا جاتا ہے۔ کبھی رت سمجھنا کہ عزت کے دربار میں تم کو بار حاصل ہو گیا۔ یہ رت سمجھنا کہ پہنہ جالی ڈھکوسلا ہے خود امتحان کر کے دیکھو ضرور تمکو کچھ محسوس ہو گا۔ اور اگر تم کسی شخص پر کار بند ہو گے اور اسکا کہا مانو گے تو یہہ قوت ایسی قوی ہوتی ہے کہ تم وہ آواز شاید سن سکو۔ اور پھر تمکو نہ کسی اخلاقی تعلیم کی ضرورت ہے نہ استاد کی نہ رہنمائی۔ جس کی آنکھیں روشن نہیں وہ چراغ سے کیا دیکھ سکتا ہے۔ لیکن نور نہ ہو علم اخلاق اس پر کیا خاک اثر کرے گا۔

(چیمپسین)

تمام انسان خوشی کے طالب ہیں لیکن وہ اسے ڈھونڈتے ہیں۔ تن آسانی میں۔ نفسانی خواہشوں میں۔ ناجائز انگلیوں میں خراب ولوں میں۔ مشغولوں میں۔ لہو و لعب میں۔ تفریح و قیامت میں۔ بھلا وہ یہاں کہاں۔ حقیقی خوشی کے ٹھکانے میں۔ محنت۔ ہمدردی۔ نفس کشی۔ جفاکشی۔ پابندی۔ اوقات۔ کسب کمال۔ غرض وہ امور جو نفس کو امداد کے موافق ہوں۔ ایک طرف ہیں کہ رات بھر عمدہ عمدہ فریضہ ہو سکے۔ اور صبح کو اٹھتے تو کسلند۔ علامت طبع کی شکایت۔ دوسرے وہ چیز کہ تنہائی کی رات چراغ کے سامنے بیسر کر دی لیکن وہ دیرتی پر دستہ کہ بقائے دوام کے سر پر تاج ہو کر چلے اگر عزت اور شہرت حاصل کرنی ہے اور حقیقی خوشی کے طالب ہو۔ تو اس وقت کو منتہم جانو۔ شباب کی راتیں کتاب کے سامنے بیٹھ کر گزریں تو تمہارے نام شہرت کے آسمان پر آفتاب ہو گا۔ کچھ چمکیں گے۔ تو گھیرو آواز پھیرو۔

نوٹ۔ طبع بے تکلف کچھ حاصل نہیں کرتا۔

ہر گیارہ بند آئیں۔ ہر سو گز رستے انہوں نے ادھر آئے اور اچھا کر بھی نہ
دیکھا ایک روز کسی دوست نے بتایا تو آپ نے اپنے سودوں کی طرف
اشارہ کر کے کہا کہ مجھے اس باغ کی بہار کے آگے سب بیس معلوم ہوتا ہے
ذوق کو دیکھو کہ بادشاہ دہلی کے استاد می اور ملک الشعراء کی بہت
خاصی خوشحال زندگی بسر کرنے تھے مگر ایک تنگ و تاریک مکان میں بسر
کرومی دوستوں نے بار بار کہا کہ اگر انہیں کسی دوسری محبت کے سبب
ادھر کا ہوش ہی نہ تھا۔

ستم کن آنچنان کہ ندائیم ز بے خودی در عرصہ خیال کہ آمد کدام رفت۔
آج کل وہ زمانہ ہے کہ علوم و فنون کی گنگا بہرہ سی ہے۔ اور ازادی
کے راج میں راجا سے پر جاتک سب اپنے اپنے محبت و ہمت کے
موافق کام و وہاں سیراب کر رہے ہیں۔ البتہ انگریزی زبان کا بہرہ دار
بڑا ہے کہ جب تک اس سے سب سے سب سے سب سے سب سے سب سے
میرے عزیز و آج کل یورپ کی ترقی کا بہرہ دار ہے کہ اگر ہم اپنے مذہب
یا اپنے ہی تاریخ کی کوئی کتاب لکھنی چاہیں تو یورپ کے کتب خانوں سے
اس سے بڑے بے بغیر جارہ نہیں۔ البتہ ان کے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے
لوگوں کے ہر ہر چیز میں سب سے سب سے سب سے سب سے سب سے
جس کے ہر ہر شے کے ہر ہر شے کے ہر ہر شے کے ہر ہر شے کے ہر ہر شے کے

ساکن تو خیر ان کے گھر کی لونڈی ہی اتنی اتنی اتنی اتنی اتنی اتنی اتنی
جس کے ہر ہر شے کے ہر ہر شے کے ہر ہر شے کے ہر ہر شے کے ہر ہر شے کے
سب سے سب سے سب سے سب سے سب سے سب سے سب سے سب سے سب سے
سب سے سب سے سب سے سب سے سب سے سب سے سب سے سب سے سب سے
وہ دیکھنے کے قابل ہے

سفارتہ اعلیٰ بہت بڑی لیکن وہ بھی اپنے علوم و فنون سے مدد سے

دست بردار ہو چکے گو یا ترقی کا زمانہ تو کیا اب تو بھلا نا اور مٹنا باقی ہے
جو لوگ عربی زبان حاصل کرتے بھی ہیں وہ بھی براے نام چند مذہبی کتب
پر پڑھنے پر اکتفا کرتے ہیں اور کوئی جانتا بھی نہیں کہ ان کے خزانہ کیسے
کیسے بیش بہا جو اہرات سے پر ہیں اور اگر یہی حال ہے تو ایک دن تمام
کتا بین تلف ہو ہو کر صرف زبان ہی زبان رہ جائیگی۔ اور افسوس ہے
کہ بہت کچھ تو تلف ہو چکا ہے ہندو کیا خوش ہیں جب اون کی وہ پاک
زبان جس کے باغ میں فصاحت و بلاغت کی گنگا جمن بہتی تھی۔ جس کے گود
میں علوم و فنون کہلاتے تھے۔ آج ڈیڑھ لنگوت بچے۔ مسلمانوں کا یہ
حال ہندوؤں کی یہ کیفیت چار یار اور چاروں بیکار۔

ہندوستان کے مسلمان اور ہندو دونوں کو اس کینٹ اردو نے
کہو یا اون سے عربی چٹھی اور ان سے سنسکرت رفتہ رفتہ جہالت
یہاں تک بڑھ ہی کہ زبان کا اصل کرنا ہی مشکل ہو گیا۔ اور جن کو ذرا
بھی شند بد ہو گئی وہ گنگے "افان" میں گئے جانے اب اول زبان میں
کیا حقہ استعداد پیدا کرنا اور پہر علوم پڑ۔ بہرہ رفتہ نکال دیا۔
بن گیا۔ کیونکہ ہر شخص ایسی فریبست اور فرائع کہاں سے لائے۔
تو یہ ہوا کہ سنسکرت کے تہذیبی اثرات پر سدھار ہی۔ کیونکہ پہلے ہی
نئے اور سے عمریت دربار تک صبر و ذکر کے عوام کردار و زبان پر اپنا اقتدار
کر لیا تھا۔ رہی عربی و سنسکرت کے درمیان سیکل لنگوت بچے۔ کا صرف نام
باقی رہا۔ وہ تمام جہتیں بند ہو گئیں۔ یہ علوم و فنون اسکے گنگوت
میں بہا تے تھے۔ اور وہ بیکار ہی رہی سکے کہ وہ جس کے ہر شے کو جس
مطلب سے دیکھتے پورے اسکے الفاظ تو دیکھ رہے ہیں نہیں مٹتی۔ ان سینکڑوں
چھوٹے چھوٹے لکچر کے پار آپر برکات نہ۔ شری گنگا جمن کے تہذیبی اثرات
نکھڑے آئے ہیں۔ ہندو شاعر کی زبان پر۔ تہذیب اس میں بھی گئی۔

پیرا یہ بدل بدل کر پڑے آتے تھے خاک بھی نہیں۔ خوبی پیدا ہوئی تو یہم ہوئی
 کہ شبیہ اور استعارہ کی تہج در تہج بندشون میں سید ہے سادے مضامین
 جگرے ہوئے ہیں۔ کہ جن کو حل کرنا کوہ کندن و کاہ براہ راست ہے۔ اس میں بھی
 کسی اخلاقی یا مفید مضمون کا پتہ نہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج کو اگر مفید مضمون
 لکھنا چاہیں یا کسی علمی کتاب کا ترجمہ کرنا چاہیں تو پورے الفاظ بھی نہیں میسر آتے
 کہ دل کی حسرت نکل سکے انگریزوں کو دیکھو کہ شہد کی کہی کیطرح کھان کھان سے
 رس یا اصل کرتے ہیں ان کے زبان اچ اور خزانوں سے مالامال ہے جن پر
 کسی زمانہ میں عربی سے سنسکرت۔ یونانی۔ عبرانی وغیرہ زبانوں کا قبضہ تھا
 اور اسی پر بس نہیں تلاش و تجسس اور یہ بھی کہ جانتے ہیں کسی نئے کو
 کامل سمجھ کر اس کی ترقی کی اور کوشش نہ کرنا اسے تنزل کے اندھے کنوین
 میں دھکا دینا ہے۔ زمانہ ایکسٹنڈیٹ پر کہی نہیں رہتا اور کہی نہیں دے
 دیتا اس کے واسطے ایک حرکت ضرور ہے خواہ عروج کی طرف ہو یا زوال
 کی جانب۔ عربی اور سنسکرت کی حالت پر انفس میں کرنا شام کے سرو و کا
 اروناس ہے اس قدر ہے تو یہ کہ ہم اس دور و کوئی زبان بنائے
 کی کہ اس میں اگر ایسا نہ ہو گا تو انگریزی خواہ کیسی ہی عام اور بے
 دریغ کیوں نہ ہو ملے بہت سے مسائل الی ترقی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اب زبان
 پر قدرت حاصل کرنا ایک مشکل ہے اور آرتھس (دندان) سمجھنا دوسری
 اور وہ کو ترقی دینا اور علمی زبان بنانا اور لوگوں کا کام ہے جدا جدا اور
 انگریزی دونوں میں کامل جہارت رکھنے ہیں اور خصوصاً ان بزرگوں کا
 جو عربی سے بھی واقف ہوں۔ انگریزوں نے عربی اور سنسکرت پر ہر
 تہا سے علوم جمیں لئے اب تم انگریز ہی بڑھکر ہر ان سے اپنے علوم
 واپس لے لو۔ اور حال کی تحقیقات جو کچھ مانتہ لگے اسے سوچیں

کام نہیں وقت - دولت - مسرت - قوت - سب لگا دو گئے تب
 کہیں جا کر کچھ ہو تو ہو - مَن کَم یَسْتَفْرِغُ فِی الْعِلْمِ الْجَمُودِ
 کَم یَبْلُغُ مِنْهُ الْمَقْصُودِ - نو عمر نو خیز نوجوانوں میں جو ش
 و خوش تو بہت ہے بہت ہی بڑہ بڑہ کرتی ہیں قدم مارتے ہیں
 پر افسوس ہے کہ ترقی کے معنی ہی اُن کو غلط مفہوم ہوئے - میرے
 دوستو! ترقی اس کا نام نہیں کہ تہذیب و ترقی کو تکیہ کلام بنا کر لباس
 و شرف پہن کر تکلف انگریزوں کا شیخ کریں - اگر اتباع کرنا ہے تو اُن
 عہدہ اوصاف میں کرو ان کے سے پابند وقت بنو - اُن کی طرح
 ایک ایک تحقیق میں جان و مال فدا کر دو - اُن سے منہ و حرفت میں
 سبق لو - علوم کے خواہاں بنو - اپنے ملک اپنی قوم اپنی زبان کو
 شرف و وسعت بخشو تب کہیں جٹلمیں کے خطاب کے مستحق بنو گے
 ورنہ اثرات المخلوقات بنکے تھنے کیا کر لیا اور تہمین کیا مل گیا جٹلمیں
 افتخار و اہل ہوگا - (چپ رز) ہو اتو بہہ ہوا کہ کوٹ پتلون کی بات
 و سرسٹن میں اور اوقات ضائع ہو رہی تھیں - پابندی وقت تو - پہلے
 نہ تھی اس سبب سندھ ناز پہ اک اور تازیانہ ہوا - غصہ و طلب کہ تو اپنے
 اوقات کی نہایت قدر کرنا چاہیے طلباء کی فرصت کے قدرنا چاہیے
 اور چو نکہ وہ با نام نہ طور پر واقع ہوتے ہیں لہذا وہ
 زیادہ غمناک سے کام لے کر لے سکتے ہیں - فرصت کے وقت کا
 سب سے زیادہ عمدہ و شرف کر کے کا طریقہ - تعلیم و ترقی

وقت - سب - جو شخص سب سے پہلے کہ جس میں کوشش کرنا پڑتی ہے نہ مل
 ہوا وہ اپنے مقصد پر نہیں پہنچتا -

کے لئے کام میں لانا ہے۔ ہمیشہ قائم رہنے والی ذاتی قابلیتیں ہمارے
 اپنے مطالعہ کا نتیجہ ہوتی ہیں اور وہ تمام تعلیم جو مدارس میں دی جاتی
 ہے اس سے زیادہ نہیں ہے کہ لوگوں کو سیلف ایڈوکیٹ کے قابل
 بنائے اور صرف وہ مادہ پیدا کر دے کہ وہ اپنے مطالعہ سے اپنے جوہر
 ذاتی بڑھاسکیں۔ لیکن سیلف ایڈوکیٹ کا میدان اگرچہ لائف اور
 پیپر یعنی مطالعہ فطرت ہے۔ لیکن پہرہی مطالعہ کتب کے بغیر وہاں کام
 نہیں چل سکتا۔ کتابیں بڑی مفید اور بکار آمد چیز ہیں جب ہم کسی اعلیٰ
 درجہ کے مصنف یا لایق آدمی کا تجربہ پڑھتے ہیں تو گویا ہم اس کی رگوں
 اور خیالات سے رابطہ کرنے کے لئے اس سے بالمشافہ باتیں کر رہے ہیں
 جو امر غرور و فخر کی نگاہ میں بلند۔ فہم و عقل کی نظر میں عالی۔ عالی مقام
 اور مشہور معروف آدمیوں کے نزدیک عمدہ اور نادر ہے۔
 مطالعہ کتب کے شائق کے سامنے ہر وقت آئینہ ہے۔ حکیموں
 فلسفیوں۔ مدبروں۔ سکے عالی اور قابل فکر خیالات ہر وقت اس کے
 پیش نظر رہتے ہیں۔ اور ان جواہرات سے اس کا خزانہ ہر وقت
 لایا جاتا ہے۔ اس کے پڑھنے والی بری کا قول آج سے لے لکھنے کے قابل ہے
 وہ فرماتے ہیں کہ کتب ایسے لایق و شفیق استاد ہیں کہ وہ ہر آدمی
 کے لئے پڑھنا سیکھنا ہیں اور مارنا اور چھڑکنا تو درکنار ابرو و بال
 بھی بچھڑکاتا ہے اور اس پر طرہ ہی کہ غیر فہم سے کہہ سکتے ہیں کہ اس
 کتاب کو تو بھی سوتا ہوا نہ پاؤ۔ اور اس کے کچھ سے بڑھ کر تو وہ چھپا سکتے ہیں
 اگر غلط ہو جائے تو کبھی کبھار نہ ہوں۔ اور خوبی یہ کہ تمہاری حالت
 پر ہنستے ہی نہیں۔ پہرہی شخص کو جو ہر وقت کا اصل خوشی کا حصول
 سائنس کا نیرنگی ہے کہ اس کا سچا تعارفی ہے کہ وہ کتب سے صحبت
 رکھے۔ لیکن صاحب کا قول ہے کہ ہر شخص دو طرح کا تعلیم حاصل کر سکتا ہے

دیتا ہے اور جو کچھ ہم اپنے تئیں سکھاتے ہیں وہ اس سے زیادہ
امپورٹنٹ ذریعہ فیضان ہے جو ہمیں اور دن سے حاصل ہو۔

نویس از پور۔ علم طاقت ہے یہہ مقولہ نظر سے تو بہت دفعہ
گزر لیکن اچھی طرح سمجھیں کہ نہیں آتا تھا کہ بات کیا ہے۔ میری خوش
قسمتی سے یا تمہاری خوش قسمتی سے کہ گویا تمہارے سامنے بیان کرنا
کنٹیکٹ سلسلہ صاحب کا یہہ مقولہ نظر سے گزرا کہ ”علم تار برقی سے
ہم کتنا وقت بچا لیتے ہیں۔ جب ہمیں لکھنا آتا ہو تو بات کر سکتے ہیں
کی ضرورت کس آسانی سے پوری ہو جاتی ہے۔ اور کہیں جانا نہیں
پڑتا۔ علم خانہ داری سے ہم آمدنی کو بچا سکتے ہیں۔ علم طب سے ہماری
جان اور صحت محفوظ رہتی ہے۔ عقلمندی کی باتیں سیکھنے سے دماغ
بہودہ ہو اس سے پریشان نہیں ہوتا۔ اور تو ان روج کا بیان
تو کس کس امر سے نہیں بچاتا۔ پس علم قوت ہے یہہ قوت جس کا کنٹیکٹ
سلسلہ صاحب نے ذکر کیا ہے مدارس میں تمہارے ایام تعلیم میں پوری
تعلیم نہیں ہو جاتی۔ بلکہ اصل پوچھو تو اس وقت تو تمہارے دل میں
اطہر ہوشیار رہو۔ یہاں باقی ہیں کہ تم آئندہ سیکھنا اور اچھے کھیلنا
اور کھانا پکانا اور دیکھنا اور سنانا اور قوائے باطنی پختہ ہو جائیں۔ جب
یہ سب کام ابھی سے کامیابی کی سند لیکر نکلو تو ہرگز یہہ مست خیال
کرنا کہ تمہارا روزِ قیام کا زمانہ ختم ہو گیا۔ بلکہ اس دن سے وہ تمہارا
ہو جائے۔ اور اس دن سے تم کو یہہ آزاد دی حاصل ہو جائے کہ تم اپنے
بہنہ سے موافق کتاب پڑھو اور تین علم کی طرف سے میلان ملے اور تم

میں نے اس کو دیکھا کہ اس نے میری طرف سے ایک خط لکھا تھا۔ اس سے تم کو علاوہ
 دیگر فوائد کے۔ تمہاری ضرورتوں کے سرانجام بھی ہو گا۔ طبعی بات کے اکائی۔
 گری ہوئی ہمتوں کے باندھنے کے یہ فائدہ بھی پہنچے گا کہ غم غلط ہوتا رہے گا۔
 ہمیشہ ان ٹی لیکس چرال پر۔ (قوائے دماغی) ایجنشن (تخیل) کو زندہ
 رکھو۔ کپ الونیرا دین دی دندوزا دوف یورمانڈ۔ ذول کے دروازہ ہمیشہ
 کھلا رہیں اور یہ صرف حقائق موجودات کے مطالعہ اور کتب میں سے ہے۔
 حقائق موجودات کے مطالعہ سے مطالعہ یہ ہے کہ تمہاری تجربہ کی آنکھیں
 ہر وقت کھلی رہیں۔ اور جو کچھ تم دیکھو اور سناؤ۔ یہ سے ہمیشہ نتیجہ نکالتے
 کی کوشش کرو۔ چوٹی چوٹی چیزیں اور ادنیٰ باتیں۔ جو ہیں انہیں
 ہوتی ہیں کہ ہم ان کو بطور ایک نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے اور نہ نہیں دیکھتے
 سوچنا۔ اس کے علم کے خزانہ بہرے پہنچے ہیں سیانیں پڑھیں اور غلوں سے
 کہ ہماری روزمرہ کی استعمال کی چیزوں کے خواص بہرے سے بہرہ مند رہیں۔
 ان کے مشاہدہ سے ایسے عجیب چیزیں نکلیں گی کہ ان کی کھلی
 رہ جاتی ہیں۔ یہ مت سمجھنا کہ ان ویٹی گیشمنز کو تو شاید نہیں سمجھیں۔
 اسی کے خلاف ترقی کا آقا یہ مغرب میں چلا گیا ہے۔ اس سے اس کا نتیجہ
 کہ آج انگریز شاہنشاہ ہندوستان بھی ہیں۔ اس میں ان کی تکرار۔ نوکرانہ
 نوکرانہ۔ تیاران۔ مخیر وغیرہ۔ یہ سب ان کی انگریز شاہنشاہی
 حقائق اور موجودات کے نام سے ہے۔ چار شاہنشاہی ہو تا ہے۔
 ان کے علم سے ہر شے کا نام ہے کہ تمہارے تجربہ اور مشاہدہ کی آنکھیں
 روشن رہیں اور تم بات بات سے نتیجہ نکال سکو۔ وہ اگر صرف کتب
 معاش سے اس سے بڑھتا ہو تو جو کام ایک موزوں کار ان کے ہاتھ سے
 ہے تم کتاب سے لیتے ہو۔ بعض عدم شکوہ دی انگریز شاہنشاہی

کیونکہ پریکٹیکل لائف (عملی زندگی) میں ہمیں کام نہیں آتے۔ دو کیون جاؤ تاریخ
جسٹرائیہ اور ریاضی سے ہی کیسے کیسے گہیراتے ہیں۔ مگر یہہ مضامین اس لئے نہیں
رکھی گئے کہ تمہارے دفاتر کے ملازمت میں کام آئیں بلکہ کلیٹوٹیشن اور ہائیڈ
انیکا اصلی مطلب اور غرض ہے۔ صاحب اخلاق ناصری فرماتے ہیں کہ چیل مرکب کا
علاج یہہ ہے۔ کہ علم ریاضی کی طرف توجہ کی جائے۔ تاریخ کی نسبت لارڈ مکالمہ
کا قول لکھہ رکھنے کے قابل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ علم تاریخ شاعری اور فلسفہ کا مجموعہ
ہے۔ جو ایک عام اصول اور طبیعتوں کے نقوشوں کو ایک خاص مثال میں بیان کرتا ہے۔
نظر کے سامنے آئینہ کر دکھاتا ہے۔ ہر برٹ اسپنسر کا قول سائنس کی نسبت
کہ قدر اعلیٰ درجہ کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جان و مال کے بچانے کے لئے صحت
قابل رکھنے کے واسطے مواش کے کتاب کے واسطے سائنس کا جاننا نہایت
ضروری ہے۔ صرف یہہ ہی نہیں بلکہ سرپرستی کے عہدہ سے اچھی طرح عہدہ برائے
بھی سائنس سے زیادہ رہنا دوسرا نہیں۔ سائنس ہی کی تحصیل سے زمانہ حال و
اتفاق کے واقعات ہماری نظر کے سامنے آکر ہمارے واسطے عمدہ مثال ظاہر
کرتے ہیں۔ تاکہ ہم اپنی حالتوں کو اصلاح کریں۔ نیز فنون کی ترقی کی سب سے
عمدہ کنجی سائنس ہے۔ یہہ کیا بلکہ مذہبی۔ اخلاقی۔ علمی۔ وغیرہ وغیرہ قواعد کی درستی
کے واسطے ہر انسان کا لازمہ ہے۔

اقایڈس پر نظر ڈالو اور آٹا فائین مباحث کی قوت اور صلاحیت کا
مکمل اندازہ لگائیے کہ ہمارے پیدا ہو جاتی ہے۔ جو آئینہ ہماری زندگی کی عکاسی کرتا ہے۔
ہم اس کی طرف توجہ کرتے ہیں اگرچہ کوئی شخص انجیری و طبیعتی امور سے بیگانہ نہ ہو۔
ایسا تو کون بشر ہو گا جو ایک زمانہ میں پیدا ہو کر دنیا میں نہ رہے۔
تو برکت ہے کہ نگہ حیرانہ سے اس شہر سے شہر میں اس کی طرف توجہ کرتے ہیں۔
حالیکہ جانوروں کی طرح آئینہ ہماری زندگی میں بکثرت نظر آتا ہے۔ ایک ناچنے
نے کہہ سکتی ہے کہ انسان سے بھی شکایت کی قوت نہ سنیے۔ انسان اور دنیا کی بات کر

میں اپنی نبی نوح کی مساوت کا محتاج ہے۔ اور اسی نے فی الواقع ہونے کے طفیل انہیں
 اقوام اور مختلف فرقہ قائم ہوئے۔ جن کی اصلاح ہوتے ہوئے موجودہ
 صورت پیدا ہوئی اور اگرچہ قوت اور بہت دھرم کے سبب یہ قانون
 مدقون ٹوٹا رہا۔ مگر چونکہ قدرت نے دلوں پر نقش کر دیا تھا۔ ہر اس کا ظہور
 ہوا کہ تمام انسان فطرت کے لحاظ سے آپس میں برابر ہیں اور کوئی قوم
 اچھی طرح ترقی نہیں کر سکتی۔ جب تک اس کی متحدہ کوششیں تمام سوسائٹی
 کے ترقی دینے پر مبنی نہ ہوں۔ دو چیزیں ہیں ڈیوٹیز (فرائض) اور رائٹ
 (حقوق) جو شخص اپنے ڈیوٹیز اچھی طرح ادا نہیں کرتا اس کے رائٹ بھی قائم
 نہیں رہ سکتے۔ سول سوسائٹی میں حقوق بہتر ہیں۔ سب سے پہلے
 یہ ہے کہ ہم اپنے جان و مال سے پورا پورا احتیاط لیں۔ جسمانی اور روحانی
 قانون کو آزادی سے لیکن بے شر و فساد کام میں لاسکیں۔ اور جیسا کہ مسٹر کوٹ
 فرماتے ہیں قوانین کے بنانے میں بھی ہماری شرکت ضروری ہے۔ اگر یہ
 نہیں تو قدرت کا وہ قانون کہ تمام انسان برابر ہیں ٹوٹتا ہے۔ فرائض وہ ہیں
 فرائض وہ ہیں ہمارے رائٹ و حقوق کی طرح بہت ہی کچھ ہیں۔ ہم پر
 فرائض یہ ہیں اپنے جان و مال کا اپنے والدین کا۔ عیال و اطفال کا۔ ہمسایہ کا۔
 عزیز و اقربا کا۔ ہم وطنوں کا۔ ہم بزرگ کا۔ بادشاہ کا۔ عام رعایا کا۔ دوست
 و احباب کا۔ استاد و شاگرد کا۔ غرض ہر نبی نوع انسان کا۔ نہیں شریعت و
 کجائز۔ اور جو شخص اپنے فرائض کو حق المقدور پورا کرتا ہے۔ وہ تعلیم
 کے مشاغل سے کامیاب رہتا ہے۔ (چیز) احباب ہمارے اغراض آپس میں
 دوسرے ہیں کہ ہم بغیر دوسرے کی آزادی کے کھڑے نہیں ہو سکتے تو بڑے
 ظلم کی بات ہے کہ ہمارا حق دوسرے کے حق سے ہٹ جائے بلکہ انہیں
 کامیاب ملنا فرض ہے کہ ہم اپنے اپنے اساتذہ جس کے ساتھ ہمارے دیار کہیں
 ہیں ان سے رشتہ سے کہیں رشتہ اور ان کی خدمت سے ہم کو خوشی ہو۔ دوسرے

میں اپنی نبی نوح کی مساومت کا محتاج ہے۔ اور اسی نے فی بالطبع ہونے کے طفیل انہیں
 اقوام اور مختلف فرقہ قائم ہوئے۔ جن کی اصلاح ہوتے ہوئے موجودہ
 صورت پیدا ہوئی اور اگرچہ قوت اور ہوش و ہرجی کے سبب یہ قانون
 مدقون ٹوٹا رہا۔ مگر چونکہ قدرت نے دلوں پر نقش کر دیا تھا۔ ہر اس کا ظہور
 ہوا کہ تمام انسان فطرت کے لحاظ سے آپس میں برابر ہیں اور کوئی قوم
 اچھی طرح ترقی نہیں کر سکتی۔ جب تک اس کی متحدہ کوششیں تمام سوسائٹی
 کو ترقی دینے پر مبنی نہ ہوں۔ دو چیزیں ہیں ڈیوٹیز (فرائض) اور رائٹ
 (حقوق) جو شخص اپنے ڈیوٹیز اچھی طرح ادا نہیں کرتا اس کے رائٹ بھی قائم
 نہیں رہ سکتے۔ سول سوسائٹی میں حقوق بہتر ہیں۔ سب سے پہلے ان لوگوں
 یہ ہے کہ ہم اپنے جان و مال سے پورا پورا احتیاط لیں۔ جیانی اور روحانی
 قانون کو ازادی سے لیکن بے شرف و فساد کام میں لاسکیں۔ اور جیسا کہ مسٹر کوٹ
 فرماتے ہیں قوانین کے بنانے میں ہماری شرکت ضروری ہے۔ اگر یہ
 نہیں تو قدرت کا وہ قانون کہ تمام انسان برابر ہیں ٹوٹتا ہے۔ رہے ہمارے
 فرائض وہ بھی ہمارے رائٹ (حقوق) کی طرح بہت ہی کم ہیں۔ ہم پر
 غریبوں سے اپنے جان و مال کا اپنے والدین کا۔ عیال و اطفال کا۔ ہمسایوں کا۔
 عزیز و اقربا کا۔ ہم وطنوں کا۔ ہم ایک کا۔ بادشاہ کا۔ عام رعایا کا۔ دوست
 و دشمن کا۔ استاد و شاگرد کا۔ غرض ہر نفع انسان کا۔ نہیں نہیں ہونا
 چاہیے۔ ہر جو شخص اپنے فرائض کو حتی المقدور پورا کرتا ہے۔ وہ تعلیم
 کے سوا سب کا مستحق ہے۔ (چیز) جب ہمارے سے اغراض انہیں میں ہیں
 والے شہر ہیں کہ ہم غیر دوسرے کی نڈا کے ٹکڑا۔ ہی نہیں توڑ سکتے توڑتے
 ظلم کی بات ہے۔ سب سے پہلے ہمارا قدم جاد و انصاف سے ہٹ جائے بلکہ انسانیت
 کا یہ سلاخیں ہے کہ ہم اپنے ہمسائے جس کے ساتھ ہمدردی رکھیں
 سب سے پہلے اس کے لئے کہہ کر رہیں اور ان کی خوشی سے ہم خوشی ہو۔ دوسرے

براکتا ہو جن کے دل خداوند تعالیٰ نے پاک بنائے ہیں وہ نہ اس سبب سے
 کہ اون کو دوسروں کی امداد اور ہمدردی کی ضرورت پڑتی ہے۔ بلکہ اگرچہ
 بنی آدم اعضائے یک دیگر اند کسی کو رنج و مصیبت میں دیکھ نہیں سکتے۔
 کسی کا ہو اگر کہیں بال بچا تو پھر دیکھتے پیچ دیا بچہ کی کا
 اگر کوئی بکس کہیں تلمسلا یا۔ نو اک سنسی اگنی دل بہر آ یا
 چند ہر بانی کے الفاظ یا جلد و لون کو موہ لینے کو کافی ہوتے ہیں۔ یا کوئی
 ذرا سا فصل یا تھوڑی سی عنایت دل میں گہر کر لیتی ہے۔ ہمارے افعال و اقوال
 سے ہماری طبیعت کا اندازہ ہوتا ہے پس دلون میں گہر کرنے کا اس سے
 بہت طریقہ نہیں ہے کہ ہماری مدارات سے لوگ ہمارے گردیدہ ہوں۔ نہ کہ
 ہم سے ہر اکین۔ بعضے لوگ اگرچہ صاف باطن اور نیک طبیعت ہوں۔ مگر
 مگر ان کی ظاہری بے دماغی لوگوں میں اون کی طرف سے سخت پسند
 خشک مزاج ہونے کا غلط خیال پیدا کر دیتے ہیں۔ لہذا ان کے تمام عہدہ
 برتاؤ کی نقد نہ کرنا اس سے بھی کم قدر کی جاتی ہے۔ ایک بیٹھا بول
 کے فتح کرنے میں وہ کام کرتا ہے جو تلوار میں نہیں کر سکتیں اور یہ فتح
 کرنا حقیقتی فتح کرنا ہے۔ ورنہ زور و شمشیر سے تو چوکا اور مرا !! بڑی بات
 ہے کہ دلون میں اپنی ارادت و استحاؤ کو بڑا قائم ہو جائے۔ ورنہ ایک
 شخص ہر ایک اپنے ہر ہرے کی خیر نہاتا ہے اور دوسروں کی خیر نہ
 و تر کر کے کہہ کر دیتا ہے۔ اگرچہ فرض نہیں ہے کہ وہ خیر نہ
 ہر دین و دوزخ ہوا ہے۔ اسیا ہے کہ چاہے کچھ بھول سے نہ ہو۔ مگر
 خیر نہ کرنا۔ بلکہ کچھ کچھ کر کے دوسروں کی خیر نہ کرنا۔ بلکہ
 اندر ہر ہرے کو دیکھ کر کہہ دیتا ہے کہ وہ خیر نہ کرنا۔ بلکہ
 خیر نہ کرنا۔ بلکہ خیر نہ کرنا۔ بلکہ خیر نہ کرنا۔ بلکہ خیر نہ کرنا۔

انکار ہو سکتا ہے جو وفادار دوست سے ضرورت کے وقت پہنچتے ہیں دوستی کچھ اسی پر منحصر نہیں کہ دوست ہماری ہان میں ہان ملائے۔ بلکہ دوستی کا ایک بڑا فرض ہے کہ ہماری پہلائی آبرائی سے ہمیں اگہی دینا۔ یہی نہیں بلکہ ہماری غفلت پر ہمیں ملامت بھی کہیں۔ زلزلہ کون کے طرف خطاب کر کے میرے عزیز و شاید تم استادوں کی زجر تو بہین سے ناراض ہوتے ہو گے مگر یقین جالو کہ ان سے زیادہ ہمدرد اور دوست نہ پاؤ گے۔ یہ وہ ہیں کہ آپ کے سر پر ستون نے اپنی حفاظت و تعلیم نکال کر ان پر بہرہ کیا ہے۔ اور تمہاری تعلیم و تربیت ان کے سپرد کی ہے اور چونکہ ان سے نہیں دیکھا جاتا کہ شکوہ لائق اور ناقابل رہنے ہیں لہذا تنبیہ کرتے ہیں۔ لیکن نہ عداوت و بغض سے بلکہ دل سوزی و ہمدردی سے اور اسی کو تو کہتے ہیں کہ جو استاد بہ زہر پدر۔ اور اگر انہی دنوں میں تم نے اوصاف حمیدہ حاصل نہ کئے تو آئندہ کچھ حاصل ہونے کی امید نہ کہنا۔ اسکولز میں صرف یہی نہیں کہ تم طے کرنا کتاب پڑھنی اور اس کے بارے میں وقت پیدا کرو بلکہ ان تمام اخلاقی عادتوں کا درست کرنا اور ان سے ہمہ تن توجہ دینا۔ یہاں سب سے پہلے تم کو سب سے پہلے پابندی اور تعمید فراموشی (فراموشی) جو آئندہ تم کو لائے (تذکرہ) کی فراموشی اور ہمہ تن توجہ دینی۔ اسی عہدہ خدائے شکیں سب سے پہلے توجہ دینی۔ یہ کوئی کام نہیں ہے۔ آج کل ازادی کا دور ہے۔ جہے گلاس کی یہہ معنی نہیں ہیں کہ ہر شخص اپنے راکہ ٹوکے چاہے سو کرے اور سب یہہ سریا تو جیہ لہجہ نا فرمانی اور خود سری بہہ کر جاتے ہیں بلکہ یہہ کہنا چاہیے کہ کوئی دوسرے کو نہ مانے اور اس سبب سے تمام حقوق قانون کی بندشوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ جس جہے شخص قانون سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے وہ سب سے پہلے قانون کا مطیع ہونا چاہیے۔ کسی شخصی حکومت کے ٹکڑے قانون کے احکام پر کار بند ہونا

ہیں جو اسے نافذ کرتے ہیں۔ پس اگر ولیم بڑا فاضل اور فرمانبرداری کا
 مادہ پیدا نہ ہو تو ایجوکیشن (تعلیم) کے بڑے فائدے کے حصول میں قصور
 رہا۔ آج کل ہماری سوسائٹی میں ایسا خراب پڑ رہا ہے کہ عیوب نام بدل
 بدل کر اختیار کر لئے ہیں اور اسے تحسن سمجھتے ہیں۔ انگریزوں کی سی
 نیا تہ اور علمیت تو پیدا نہیں اون کی ظاہری حالت کی نقل اتارتے ہیں
 اور نقل کی خاک اتار دیتے ہیں گویا منہ چڑا رہے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ زمین سولہ
 وزان سودر ماندہ۔ آزادی کو یہاں تک بڑھایا کہ نافرمانی کی حد تک پہنچ گیا
 سیلف ریلیٹ پکٹ کو یہاں تک ترقی دی کہ سخت دشمنوں کے سامنے بھی کچھ نہ
 ہٹا کر باگ۔ سیلف ریلیٹ پکٹ (خود وادار) کے یہ منہ بولنے والے اور افعال
 و اقوال سے کوئی فلاح نہ ملے۔ دشمنوں کے خلاف نہ ظہور میں آئے۔ جو ہماری
 عزت کو بڑھ لگایا وہ الٹا ہو۔ اور ہم بات بات پر نظر رکھیں کہ ہمارا چال چلن ایسا
 پسندیدہ ہو کہ لوگ خواہ مخواہ اس کی عزت کریں نہ صرف بلکہ یہاں ہمارے
 گواہوں سے کہ ہم بین قابلیت کا جوہر ہے۔ اور ہمارے نیا تہ کو تیار ہونے سے
 ناپائیدار ہو چکے۔ اسے متفق کر دے کہ ہم اپنی نظر میں اپ اعلیٰ دنیا میں
 رہیں کہ لوگوں کے ساتھ پیداثر سے پیش کریں۔ اور خواہ مخواہ اکثر کہ چلیں
 میرے دوستو جب تک کہ تمہارے مزاج میں سیلف ریلیٹ پکٹ (خود وادار) نہ ہو
 کسی حقیقی عزت کی امید مت رکھنا۔ اور اس لئے خود یہ کہ تم بہتر گیار
 نہ نہ مائل۔ شریفیہ معاہدہ۔ ٹاکر۔ بلڈ ہتھ۔ عقل مند۔ بدستیار بنو۔
 شخص جیسے نفس کی اصلاح میں کوشش نہ کرو۔ اسے منہ سے
 بیان نہ کرنا۔ اور بات ہے۔ جہلمیں تو ہو نہیں سکتے۔ جو لوگ نفسانی
 قوتوں کے بہتہ پابند ہیں ظاہر میں چاہیں کچھ بھی بنے پھر میں مگر اونکا
 کشمکش (نفس و امہ) جیسا دن کو تکلیف پہنچاتا ہے کوئی اون کے

کیا یہی کہتے کہ مغز اخروہ و علق خود بدر بدخوابہ ہے کہ مجھ ناقابل کو ان غماز پر قلم اٹھانا ان کو ذبح کرنا ہے۔ مگر رہا نہیں جاتا کہ اپنے لاکھ و قوم کے ذہانوں کو کچھ سمجھانے کڑا ہوں اور اپنے مفرد و بہرگی کر جانوں۔ ہمارے خطیب و لیکچرار کے منہ پر کچھ ایسی ہر سکوت لگی ہے کہ ترقیوں سے زبان تک ہی نہیں ہلاتے اور جب یہاں سے کچھ ولی روز بروز مر رہے ہوئے جاتے ہیں۔ آہ! ایک زمانہ میں ہماری زبان سچ و سناں سے زیادہ دلون پر کاٹ کرتی تھی۔

خاموشی انگشت بداموز بتان را زین پیش و گرنہ اثر سے بود فغان را
ایک لیکچر سے صرف ہنٹس و اشارات حاصل ہو سکتے ہیں لیکن مجھ جیسے ناقابل کے لیکچر سے جسے اپنے خیالات ملی روئیں۔ ہرگز نہ ہوا کہ آج ہی پہلا موقع ملا ہے کیا امید کی جاسکتی ہے۔ خیر، بات تو صرف اتنی ہے آج کل علوم و فنون کے دریاب رہے ہیں اور اگر سابقہ میں رکھ کر ایک کو تیس سو قسمت تقسیم ہے۔ صرف اپنے دلون اور دماغوں کو ہی نہیں بلکہ زبان کو بھی اس نعمت سے مالا مال کرو۔ تاکہ آئندہ نسلوں کو تحصیل میں آسانی ہو اور تمہارے نام شہرت کے برابر برستارے تبکہ چین اور یہ تین آسانی سے حاصل کیا جاسکتی ہے حاصل ہوتا ہے زبانی بنکار۔ مجھے سیدہ تو نے سیکھا ہے کہ آئندہ ہوگا۔ آج کل جو صاحب قوم کے ہیں خود زبانوں کو بھی سیکھ رہے ہیں کہ دوسروں کی نصیحت کر دینا خوب کچھ ایسے نہیں کرکھاتے۔ بہرہ و توقیر تمہاری طرف قوم کی ادراک کی آنکھیں لگی ہیں اور تمہارے کلام کو سیکھ رہے ہیں کہ کلام کا زمانہ تمہارا ہی ہے تم ایسا کرنا چاہتے ہو۔ ہاں میں نے سیکھا ہے کہ ہم دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں خود سیکھنا چاہتے ہیں۔ ہم اپنی قوم کا جہد ہیں ہماری ترقی قوم کی ترقی ہوگی وچ ہر

میں نے بائیں آئینہ سے زبانیں گزیرہ ضروری اور چہرے کی تہمت سے

اس کی نسبت رہا چاہنا تھا۔ مگر تم تو ابھی سے تھیرا گئے اسے کان دہر کر کے کاؤن
 غیر تم علم کی طرف توجہ کر دگے تو ایسی باتیں خود سوچنے لگیں گی۔ اور میں ایسا
 کونسا بااثر آدمی ہوں کہ میرے کہتے ہی اصلا حین ہونے لگیں۔ جب تعلیم کے
 طرف توجہ اور عام شوق ہو گا تو اصلا حین اپنے آپ رفتہ رفتہ ہوتی جائیں گی۔ میرا
 کہا مانو تو اس وقت کو منغم جانو اور جو کرنا ہے کر لو کہ فرصت ہے تھوڑی رہے
 ساتی ہے اکتسم کل فرصت بہار۔ ظالم بہرے ہے جام تو جباریہ بہرے
 اگر غنجلین بنا چاہتے ہو تو نہ صرف زبان سے اور نہ ظاہری فوق الہرک بنے سے بلکہ
 افعال سے اقوال سے کردار سے گفتار سے تحریر سے تقریر سے غرض کہ آن آن
 سے اور بات بات سے ثابت کر دو کہ تم غنجلین ہو۔

شاہد ان میت کہ موئے ومیائے دار و

بنہ طلبہ است آن باش کہ آئے دار و۔ (چیز)

ختم پر چیز کے زور و شور سے سبجان ملار اعلیٰ التبیح بھول بھول گئے
 کہ کہیں بھاڑ بھاڑ کر اُس صورت کو دیکھ رہے ہیں جس کو لیاقت کے زیرِ رستہ
 اور بھی دلکش اور ہر دل عزیز ہونے کے علاوہ سبے انتہا سحر بنا دیا تھا۔
 اہل قسٹ نداد اوجہ ہر کے انبار سے طبعیت کی عجیب نگشتی اور اس قدر عمدہ
 اس پیچ دینے کے کچھ نفیست ماندگی اور پسینہ کی نمی نے اُس قوت کو اور مدد دی تھی
 جو آج سے بائیس چھ برس پہلے ایک محصور ہوئے دلہر قیچہ پا چکی تھی اور جس نے قسٹ
 میں کیتھار آن جیسی شوخ چنچل کو اپنا مطیع کر رکھا تھا۔

مولوی طیف اللہ خان صاحب جی۔ ای۔ بی۔ ایل۔ نے اگرچہ ہزار ہزار
 کوششیں کیں پر حامد کے آگے اونکار نہ کیا نہ جانا۔ کہیں کہیں تو بچارے دیے
 کہیں کہیں کہ منوں سے ربط اور مطالب ضبط ہو گیا۔ زلفا ظہری کچھ کے کچھ بول گئے
 سید رضا حسین صاحب کی نظر کا اشتیاق ہی رہا کہ وہ بہ سبب علالت طبع تشریف لائے

اور طلبہ کی نظم پر جلسہ کا احتمام ہوا۔

باب دوازدہم

بلائے جان مرا جو بن بنا سکے۔ پہرا یا عشق نے جو گن بنا کے
 کیا اے دل پریشان کس بلائے مجھے خود کا کل پر فن بنا کے
 جاڑے کی اندھیری سمنان رات کے نونی چکے ہین ہو امین ناقابل بردشت خلی
 پیدا ہو گئی ہے ٹھنڈے ٹھنڈے جھونکے اُن غریب بے برگ و نوا آوارہ گرد کو
 ٹپٹپٹے دیتے ہیں جن کے صیبت زدہ پاؤں میں قسمت کی طح چکڑ ہے۔ یہ
 دسمبر کی ستائیسویں رات ہے جو محیط ابر کے سبب زیادہ خشک اور تاریک ہے
 بادل گرج رہے ہین ابر گہرا کھڑا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب برسا اب برسا
 ہوا ہے یہی کہیں کی چکی کی چک چک ایک ایسے مسافر کی رہبری کرتی ہے جو
 نادانف پاؤں شاید آج تک زیادہ چلنے کی صوبت سے آشنا نہیں ہیں۔
 آج یہ فر ہے پر یہ نہیں معلوم کہ کھان سے آیا ہے اور کھان جاسکے گا
 اور مکانون کے آگے سے دیر اندیش کی بھیج بھیج آہستہ آہستہ
 جب ذرا بجائی کی چک چک اپنا جلوہ دکھاتی ہے تو کسی مکان کی طرف
 گوشہ کی جانب اور مکان میں جاتا ہے پر نہ کوئی محلہ اوس کا سکن ہے نہ مکان
 مستقر اوسے تو خود یہہ ہی نہیں معلوم کہ کہاں جائے اور کیونکر پہنچے
 سی مصیبت کی رات کاٹے۔ گہرائی ہوئی آہستہ بے ڈنگ قدموں کے
 پریشانی اور ناتجربہ کاری کا اظہار کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کہیں
 ہی آتا ہو نظر آتا ہے تو اسے یہہ سنکر ہوتی ہے کہ ابہ کہاں جاسکے
 اور کیونکر اپنے تئیں چھپائے مگر نادانف کو ششیں آخر کار ایک دوسرے
 شخص سے آشنا سا کر ہی دیتی ہیں جو ابھی محلہ کی مسجد میں سے ایک ہاتھ
 لال تین دوسرے میں تبیج لئے کچھہ طیفہ پڑھتا نکلا ہے۔ صورت سے مردِ شہر

معلوم ہوتا ہے۔ طویل انفارست گورارنگ - سفید لمبی ڈاڑھی سیاہ
 بانات کا پردہ دار انگڑا اُس پر چند پہنے۔ ڈبیلے پانچون کا ٹخنوں کا
 اوسچا پا جامہ۔ ہندوستانی جوتہ۔ میر پر ہنر عامہ بندھا۔ تبیج ہلاتا چلا آتا ہے
 اور اپنی ضیفی کی پوری قوت سے قدم بڑھائے گہر کی طرف راہ پر
 لال ٹین کی شعاعیں کافی روشنی سے راستہ میں اجالا پیدا کرتی ہیں۔ لیکن
 جب وہ اس قدر قریب آجاتی ہیں کہ اُس اجنبی مسافر کو ظاہر کر سکیں تو
 گویا انہیں ایسی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ اوس صورت سے قوت زعفر
 جذب کر لیں۔ جواب اس غیر متوقع مسخرے گلی کے ایک گوشہ میں
 کے دروازہ کے قریب دیوار سے ایسا چپان ہو جاتا ہے گویا یہ
 چپان ایسا ہے کہ پتھر کے اجزاء وہی مائیات کی سبب کثیف افعال پیدا کر کے اوسکو
 زمین یا وہ دیوار اوس کے ساتھ ساتھ لے لے کر لے کر لے کر لے کر لے کر لے کر لے کر
 شہر سے بچائے۔ مگر لال ٹین کی روشنی آخر کار اندھیرے کا پردہ ڈالتی ہے
 اور ہر گز ہی دیتی ہے۔ اپنے مکان کے قریب ایک اجنبی شخص کو اپنے
 کمرے کو مدعو کرتا ہے۔ اس کے ساتھ اودھر دیکھتا ہے مگر قبل اس کے کہ کوئی
 سوال کیا جاسکے اور کیا انتخاب ہو سکے کہ بڑا بڑا ہوتا ہے کہ وہ مردانہ صورت
 جس کی شریف صورت اور مایوسانہ اور غریبہ حالت اسے نہایت
 شہر کی اسکے لڑکھن رحم کا سا خیال پیدا کیا۔

(غور سے دیکھ کر) تم کون ہو اور یہاں کیوں کھڑی ہو۔

یہ مردانہ صورت میں گویا عاقل کا سا انداز تھا۔ کہ سامنے والی صورت اور
 یہی سبب جس وجہ سے ہو گیا۔ جس کی آنکھیں زمین کی طرف لگ گئیں۔ تو
 شخص گویا چھینٹا لی جا یا وہ بہت سب سے تمام زلفاٹھ بیٹھ گئی۔ اور نال ٹین
 کی روشنی نے جبہ اُس کو اندھیرے کے پردہ سے نکالا تو عیا کی جسم تھوڑ
 دیوار پر پہنچی۔ لی نظر آئی۔ آنکھوں میں آنسو ٹپک رہا ہے اور چہرہ کے

دن ہے۔ بدن پر رشتہ پڑ گیا اور ابر سے پہلے ہی آنکھیں ابر سیاہ کی
 طح بریں پڑیں۔ اس حیرت انگیز معاینہ نے پیر مرد کے اعضا سے اس موسمی
 سرد کیا احساس پیدا کیا۔ جو اس وقت جلدی جلدی اس کے گہرے ہاتھوں پر
 اس نے نہایت تسلی آمیز لہجہ میں کہا۔ تم کچھ تو کہو کہ میں تمہارے مددگار سکون
 ان الفاظ نے اس ساکن تصویر کو ایک جنبش دی گویا اس کے پڑی شکل سے
 جمع کئے ہوئے الفاظ پیر کہوئے گئے اور اب اس کو ڈھونڈنے میں
 پریشان ہے یا کوئی ہوئی قوت کو جمع کر رہی ہے کہ کسی سے بارش کیستے
 کی جرات پیدا کر سکے۔

پیر مرد آخر تم کون ہو؟

عورت بیکیں۔ مصیبت زدہ۔ !!

مرد اس وقت کہاں؟

عورت یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم
 کہ عدم کا ارادہ ہے۔

مرد آخر اس طح بے سرو سامان سنگت کا یہ کیا ہے؟

پیر سنا تھا کہ عورت کی آنکھوں میں جڑی لگ گئی اور اگر پیر مرد
 تسکین نہ دیتا تو غائب ہوتے روتے ہلاک ہو جاتی۔ جانا یاد ہزار گز
 کہ یہ مصیبت زدہ ضرور کوئی شریف زادی ہے۔ جس پر خداوند کا
 مصیبت بڑی ہے۔ اس کا کا (از خیر و عبرت انگیز ہوگی۔

پیر اگر مرنے کا وقت نہ ہو تو میرے مکان میں چلا کر آکر امیر سنا
 سنا۔ یہاں پہنچا تو پیر اس نے نہ ہوا چاہا۔

رشتہ کی آنکھیں پیر اس وقت کے گھر میں تھیں۔ پیر سنا تھا کہ
 یہاں پہنچا تو پیر اس نے نہ ہوا چاہا۔

سکون اور آرام کے آثار پیدا ہوئے۔ جنہوں نے گونہ و جمنی کو ظاہر کیا۔
 مرد (مکان کے دروازہ کی طرف اشارہ کر کے) بسم اللہ
 عورت خانہ احسان آباد۔

یہہ ایک اوسط درجہ کا وسیع مکان ہے جس کی دیواروں پر سفید پلاٹر
 کیا ہوا ہے۔ مگر امتداد زمانہ نے اسے میلا اور خراب کر دیا ہے۔ صحن میں
 چوٹا سا چمن بھی ہے مگر زرد پتوں کے ڈھیر اور پودوں کی بے رونق مالک
 کی عدم توجہی ظاہر کر رہے ہیں۔ شمالی دالان اگرچہ وسیع ہیں مگر اسباب
 اسطرح بے ترتیبی اور بے ڈھنگے پن سے رکھا ہے کہ نہ صرف گنجائش کم
 ہے بلکہ اُن مہذب نظروں میں بہت بے رونق معلوم ہوتا ہے۔
 مین مغربی سلیقہ کا سرمہ لگا ہوا۔ طاقون میں اکثر بوتلون اور شکستہ اسباب
 کے ڈھیر لگ رہے ہیں گھٹے اگرچہ کئی رکھے ہیں۔ مگر سب خراب اور غلط
 انداز کے کمرہ میں بہت سا میلہ کاٹ کباڑ پڑا ہوا ہے۔ جس میں ذرا سا
 مرد و عورت کا لباس ہے۔ اکثر عمدہ اور نفیس لباس بھی اس بے احتیاطی سے رکھے
 ہیں کہ گرد و غبار پڑ پڑ کر جلد تر بگڑ گئے ہیں۔ دالان کے پہلو کا کمرہ جو اور
 مکان کی نسبت زیادہ پر داحت کیا جاتا ہے کی قدر صاف ہے مگر اس کے
 بھی تعلقات اور دیوار گیر دیوان کی پشت پر چاندی رنگ کے آئینے
 بیکر کچھ ہیں۔ اور فانوس میں چڑیاں بے ترتیبی ہیں۔ چاندنی اگرچہ تھوڑی
 عرصہ کی پہنچی ہوئی معلوم ہوتا ہے مگر جا بجا شیل، ٹیبلر، آئینے، کچھ
 لیکن کی لیاقت اور خوش سلیقگی ظاہر کر رہے ہیں۔ قایلین اگرچہ عمدہ اور
 صاف ہیں مگر گھٹا تو ٹکیہ اس پر تیار کیا گیا اور خراب رکھا ہے۔ دالان میں
 ایک پہلو میں ایک لمبا میز ہے جس میں بہت سا شیشہ کا عمدہ سا ان
 ہے مگر سب ناگوارہ۔ لمبے جرمیہاں چل رہے ہیں اُن میں ایک کا کھٹکتا
 اور دوسرے کی چھنی میں بالی ہے۔ یہ دونوں لمبے دالان میں تشریف لے گئے ہیں

ہوا اور سردی کو روکنے کے لئے پردے چھوڑ دے گئے ہیں اور کچھ شخص بیٹھے ہوئے چاء نوشی میں مشغول ہیں۔ کیونکہ جب اس اجنبی عورت اور پیر مرد نے مکان میں قدم رکھا ہے تو کوئی آواز یہ کہتی ہوئی سنائی دی۔ ”جائے ابا جان تو کب آئی گے یہاں تو چاء ٹھنڈی ہوئی جاتی ہے؟“

مفتی !!

چند

جی اباجان - اباجان آیامان کے ہاں سے ماما آئی تھی کل وہ

یہی آئین گی۔

ابن جان چا رہے۔

یہہ کہہ کر صغریٰ جس کا کوئی آہٹہ نہ برسن کا سن تھا۔ چار کی پیالی لیکر آئی مگر پردہ سے ابھکر پیالی ہاتھ سے چھوٹ چڑی اور دو ٹکڑے بیج بکھڑے۔

ایک معمر عورت خدا جانے لڑکی تجھ کو کس زمانہ میں ڈھنگ آئیگا۔ اشد! میں تیری بتائی تھک گئی مگر تو ہی نہ سید ہی ہوئی۔

(راجنی عورتے) بیٹھو!

چند

۱۔ وہ آپ بہ کون - بیوی کھانے آئی ہو؟

مستخرج من

پیر مرد نے اشارہ سے زیادہ سوال کو منع کیا تو غیر عورت بہت ہی

چین بہ جبین ہو کر خاموش ہو رہی -

باب ۱۳ نیز و اعم

[illegible]

اوس کی خوش عشقی سلیقہ شعاری پاکدامنی اور لیاقت نے گھر کے ہر ایک پہنچے
 بڑے سے کے دل میں گھر کر لیا ہے اور سب اس سے محبت اور عزت کی نظر سے
 دیکھنے لگے ہیں۔ کیونکہ چوٹے بچوں کی تعلیم و تربیت اوس ہی کے سپرد کر دی
 گئی ہے جس کی عمدہ تعلیم کے اثر سے بچوں میں لیاقت اور سلیقہ پیدا ہو جانے
 سے بزرگ نہ صرف ممنون ہیں۔ بلکہ زیادہ عزت کرنے لگے ہیں۔ اس وقت موسم
 بہار کی صبح ہے مکان کے بالائے شانہ پر دو نوجوان عورتیں باہم باتوں میں مصروف ہیں
 ایک ہمارے انکسار کی کوئی حد بھی ہے۔ والد کی قسم جو ذرا ہی ہم غیبر
 سچشم ہوں۔ ہاں گھر میں کوئی آجاتا ہے تو شرمندہ تو ضرور ہوتے ہیں۔

ہاں میرا وجود باعث شرم ہے۔

پہلے خدا کی قسم انور یہ بات نہیں۔ تمہارا یہاں ہونا ہمارے
 واسطے باعث فخر ہے۔ آخر آپ کی والدہ سید النساء بیگم اماں کی چچا زاد
 بہن تھیں کہ نہیں وہ کہو کیونکہ اس لیے اتفاقات ہوں کہ ہمارا والد تو ان شہر سے
 جانا ہوا اور خط و کتابت ہی بند رہے۔ کہ کسی کے مرے جتنے کی خبر ہی نہ رہی
 یہ تو متاثر اپنا گھر ہے۔ اماں کو حبیب خانہ اماں سید النساء بیگم کے انتقال کے
 بعد کے حالات کے سربزدی ہے تو پھر ان کی بچی بند ہی رہی۔ جو امور
 آپ کو اپنے دل میں شرمندہ لگتے ہیں۔ وہ ہمارے نظر میں آپ کی عزت
 کا باعث ہیں بقول۔ اماں کے کہ انور کی محبت اور جرأت کو شاید کسی
 چاہیے اور پاکدامنی کی قسم کھا رہے جس سے ایسی ایسی متقیوں کا ابو عثمانی
 اور بے کمال سے مقابل کیا۔ اور بواچار و بوارہ میں بیٹھ کر تو سب بیگم صاحب
 بن رہی ہیں۔

انور قریر آپ کو شرم کیوں آتی ہے۔

شرمندہ وہ تو تین شرمندہ ہوتی ہیں کہ تمہارے سامنے بونہی معلوم
 ہوتی ہوں۔

انور بی بجا درست -
 مشرق آئینہ سامنے رکھ کر اب یہی یقین آیا -
 انور (مسکرا کر) آپ کی چہرہ غائبانہ غضب کی ہیں -
 مشرق دل میں شرمائی تو نہ ہوگی - ع - آئینہ دیکھہ اپنا سامنے لیکے رکھے
 انصاف تو یہ ہے کہ کسی بار ستر کا قصور ہے نہ کسی اکبر کا یہ تو تمہاری صورت
 کے طفیل جو ہوا وہ ہوا - اسے روشنی طبع تو برسن بلا شادی - ہاں تو اس بیسٹر
 اور اکبر نے تمہیں کیونکر دیکھا تھا - آخر تم تو الگ مکان میں رہتی تھیں -
 اس سوال نے گزشتہ تاریخ یاد دلا کر انور کے گلزار چہرہ پر
 بہرافسردگی اور ملال کے آثار نمودار کر دئے - خدا جانے کیا کیا یاد
 آگیا اور اس یاد میں کیسے کیسے رنج آمیز رنگ طبیعت پر ایک آن میں
 گذر گئے -

انور سراسر دل دکھانا ہے کوئی ذکر اور یہی چہرہ -
 مشرق واہ یہہ یہی کوئی بات ہے میں جب پوچھتی ہوں آپ ٹال پاتی
 ہیں اچھی نہیں صاف صاف بتاؤ - ہماری بہن ہو تو بتاؤ -

انور جو آپ سمجھیں -
 مشرق ابی آپ سمجھیں جب خدا نے بنا دیا تو ہم کیا سمجھیں گے - جب
 خالہ اماں سے لے کر سب سے خالہ تھیں - تو آپ کیوں نہ بہن ہو سکتی ہیں -
 انور تو میں نے کب کہا کہ نہیں ہوں -

مشرق ہر تو پہر بتاؤ -
 انور اچھا پہر بتاؤ سہ لگے -
 مشرق نہیں! نہیں! ابی! چہرہ سب سے مراد نہ تھی - لکھنا نہ دے
 ڈالکر! بتاؤ!

انور دیکھہ اے دل نہ چھڑ قصہ زلف - کہ یہ مین بیچ و تاب کی باتیں
 آتا جان کے انتقال کے بعد چچا حبیب اللہ خان صاحب کے بیٹوں میں بھائی
 پر تنازع ہو ا مگر وہ سب پہر مل گئے اور لگے مجھے بے حق کرنے - عجب
 عجب فریہوں کے جال پہیلائے - مین اکیلی عورت زمانہ چیل رہی تھی کہ کیا کروں اور
 کیا نہ کروں - میرے پاس جو ماما لڑکھ تھی وہ ایک زمانہ مین میرا انعام اللہ
 بار سٹر کے ہاں رہی رہی تھی - اوس نے مجھ سے تو کچھ اول اول مین ذکر کیا
 نہیں مگر نہ جانے اون سے کیا کیا کھا - کہ وہ مقدمہ چلانے اور سعی کرنے کو
 راضی ہو گئے - مجھ سے جب ماما نے کہا ہے تو صرف چار سو روپیہ مختار
 کا ذکر تھا - مین نے بخوشی منظور کر لیا اور خدا کے فضل سے وہ جیت ہی گئے
 اس اثنا مین کوئی شک نہیں کہ انہوں نے نہایت سعی اور ایمان داری سے
 کام کیا - مین چار دیواری مین رہنے والی - جائداد کا معاملہ ملازم سوائے
 ماما کے دوسرا میسر نہیں - ایک فکر مین جان ہتی کہ دیکھئے آئندہ اس کام کا کیا
 کیونکہ ہو گا - اسی مردی ماما نے خدا اُسے غارت کرے ایک دن یہہ پٹی
 پڑھائی کہ انہی بار سٹر صاحب کے نام مختار نامہ کر دو - میری جو شامت آئی
 تو یہہ بھی کہ گزری - اس کے بارے تو صاحب کے رنگ بہ بہ رہے لیکن
 مین نے حق مختار مین پانچ سو کے نوٹس پہنچے - تو وہ تو واپس کر دینے لگے
 ہاں تو کیا ہوا -

انور کہہ ہوتا - اسی خاوند سے نہرا جا رہے اون سے کیا کہا کہ حق مختار
 ہی انہوں نے عجب مقرر کیا -
 شیرین بھیجی -

انور سب غریبی قسمت ہے - اس میں جو کہ کیا کہہ سکر کہ سہی - یہہ
 سب اسی کے کو تک ہیں - اب تمام کرایہ اور سہولت وہی دے دینے
 ہیں - اور مین نے تو یہاں تک کہ وہ اس پٹے میں نہ آسکے یہی ہوتا

کہ مجھے وہ مکان ہی چوڑا نا پڑا اگر کیا۔ وہاں ہی بیچہا نہ چوڑا۔ ایک رقعہ مین
آپ کہتے ہیں۔ کہ یہ سب مصیبتیں آپ کے ہاتھوں آپ پر بیڑین۔ ظاہر
ہے کہ مجھے روپیہ کی تمنا نہیں۔ آپ کا مکان خالی پڑا ہے کہو تو کرا یہ دار
بسا دیا جلے مگر روپیہ اور قبضہ جب ہی ملیگا۔ جب آپ ذرا انصاف کی
نظر سے دیکھیں ؟

شرف پھر تنے اسکا کچھ جواب دیا۔

انور مجھے کیا جواب دینا پڑا تھا۔ میں نے مکان ہی اس مارے
چوڑا تھا کہ وہاں ادنکا مکان قریب تھا۔ اور ہر وقت پیغاموں کا تار بندھا
رہتا تھا۔

شرف پھر بیان سے کیوں نکلیں۔ ۹

انور یہہ اس سے کہیں سخت مصیبت تھی۔ کیونکہ انعام اللہ نے
اگرچہ میری تمام آمدنی پر قبضہ کر لیا اور تقاضوں اور پیغاموں کے لئے نہ رکھی
مگر اس میں ایک شرافت کی پہرہ بھی بات تھی۔ ماہ بہ ماہ میری آمدنی و خرچ کا
حساب مجھ کو بھیج دیتا تھا۔ مگر دینے کے نام پر وہی سوالی۔ گویا یہہ وہ مکان ناچار
میں سے کہتا تھا۔ علاوہ ازیں کہ اس کے لئے تہذیب نہ ہوتا تھا۔ میں نے
رہنا ترک کر دیا تھا۔ گویا اس امر کے اظہار کے واسطے کہ مجھے اپنی جائیداد
کی بھی پرواہ نہیں۔ اور میں اپنی طرف سے تعلق قائم کر چکی۔ نہ خدا
سزا کسی حفظ جان یا ناموس کے کارن اور یہاں تو دونوں پر آتی تھی۔

شرف پھر وہی تم رک رک کیوں پایا کرتی ہو؟

انور ہوا ! اس کو سہہ نکال کر دگی۔

شرف واہ ! سلامت تو اتنی کہاں سے ہے۔

انور سوئے ہوئے گھر میں کیا فرمادے ؟

مشرّف غیر مسلمانوں کو شریک رنج و راحت رہنا چاہئے ۔
 النور میں بیان نہ کر سکوں گی ۔
 مشرف کسی طرح ہماری خاطر سے ۔

نازنین انور اس سانحہ کے بیان کرنے کا ارادہ کرتی ہے ۔ مگر گزشتہ واقعات کی یاد کچھ اس طرح دل پر رنج و افسوس کا انبار لگاتی ہے کہ زبان سے الفاظ نہیں نکل سکتے اوس کے چہرہ کی سرخی مدہم اور زردی مائل ہو گئی ہے ۔ آنکھوں میں آنسوؤں کی سی نمی پائی جاتی ہے دل بہرا چلا آتا ہے اور اندرونی کوششیں مشرف سے انخفا کے واسطے ضبط پر مجبور کرتی ہیں ۔ اتنے دن کسی سے نہ کہ از وی ۔ مشرف ذرا یہاں ہو جاؤ مشرف تو پانچے سنبھالتی نیچے گئی اور یہاں انور کو یہ موقع ملا کہ دل کہو لکڑا لکڑا کرے ۔

باب چہارم دہم

یار بنو وہ مجھے میں نہ سبھین گئے مری بات ۔

دسے اور دل اون کو جو نہ دسے مجھ کو زبان اور

آٹھ بجے آئین اند میری رات ہے ۔ شہر کے باہر مقامات میں سائیں سائیں ہو اہل ۔ ہی ہے موسم کی خشکی غیر معمولی زیادتی پر ہے ۔ حادثہ کا کوئی اس کے سارے دروازہ بند ہیں اندر کی روشن شعاعیں شیشے کے دروازہ میں سے بہتادہ میں پڑ کر کچھ آجیالا پیدا کر رہی ہیں ۔

ڈر انگلہ روم کے برابر کے کمرے میں سب کچھ آہستہ آہستہ باتوں کی آواز میں آ رہی ہیں ۔ جن کو ایک شہر میں جو ان خوشگوار نہایت جھیلنا سے کو ان کے برابر کچھ آکن مستحیاج سدر پاس ہے ۔

مس کیتھارا میں بعض وقایع طرح شوق میں اسی ترور ۔ مستعد ہوتی ہے کہ خدمت گزاروں نے وہ ہو کر ہر سے چھٹا تا سہنہ نگہ یہ مستحکم کر کے

نہ وہ پہرہ ہوں میں اور نہ یہ وہ مصروف ہیں۔ ابھی ابھی تیرا الہرا ہوا ہے
اور اون کی باتوں سے خط حاصل کرتا ہے۔ جو یہاں سے سنجیدگی سنائی
دیتی ہیں۔

حامد یہ تو ممکن نہیں۔
س بجا درست۔ اچھا تم قسم کھا سکتے ہو کہ مدت العزم
ایسے ہی پابند رہے ہو۔

حامد جب تم قسم کھا سکتی ہو تو میں جو ٹھاکر ہوں۔
س کیونکہ فرقہ کا فرقہ ہے۔
حامد تو شاید تم بشب کار لائے ہو یہی الزام لگاتی ہو گی۔
س نہیں وہ تو مقدس آدمی ہیں۔ ایسوں کا کیا ہے وہ تو
گویا دنیا ہی میں نہیں رہتے۔

حامد قس علی ہذا۔ میں بھی مقدس آدمی ہوں۔
س (دور از یادہ آواز سے) جی بکا۔ اچھے منہ بیان ہو۔

مس کیتھارائن کے شباب کے جوش نے آواز کو اس قدر
بلندی دی کہ بددیانت خدمتگار پہر چوٹکا۔ الا چونکہ وہ

عادی ہو گیا تھا۔ پہر فریاد اپنے کام میں نہ ہو رہا ہو گیا اور شیشوں میں سے ہرگز
کمرہ میں ایک آرام کی سی پرندہ کی گھٹ بیٹھا ہوا ہے۔ مس کیتھارائن

اوس کی کسی سے کسی بڑے ہوئے۔ عجیبہ درباری اثر اور مستانہ انداز سے
بیشے ہے۔ سانس ہیز پر ایسے اور گلدستہ رکھتے ہیں۔ مس کیتھارائن کا

عشقوان شباب اور اس پر پرفتن ہاتھیں ساوہ دونوں کے جن میں عجب
ظالم شایع ہوئی ہیں۔ اور کچھ انہی کا اس غریب سے دلچسپ اثر

پڑا ہے کہ خدمتگار کی آنکھیں گویا شیشو نہیں۔ سے گذر کر مس کے چہرے پر
جائگی ہیں۔ اس کے گلانی رخسار۔ لیمپ کی روشنی میں جبکہ رہتے ہیں

اور سینہ کی بہار سینہ نکا رکھے دیتی ہے۔ بلور کی تہلی جس میں قدرت نے جان ڈالی تھی اس واسطے پیدا ہوئی ہے کہ ہزاروں دل شیشہ کی طرح ریزہ ریزہ کر دے۔ حامد کا دل بھی کچھ کچھ پیچھا چلا ہے۔ کہ اس کی نگاہیں بار بار انکو آتشیں رخساروں پر پڑ رہی ہیں۔ اور جب وہ حامد کو کسی جواب دینے پر مجبور کرنے کے لئے محبت سے جھجھوڑتی ہے تو اس کے ہاتھوں کو نہ دھکتا ہے بلکہ نہایت نرمی اور انکھٹ کے انداز سے ہر سہ پہا دیتا ہے۔ گھر حامد کے دل پر مس کیتھارا سن کی خوبیوں کا اتنا اثر نہیں جیسی کیتھارا سن حامد کے اوصاف پر مائل معلوم ہوتی ہے۔

حامد صحت و تندرستی کے مزے اڑا رہا ہے فوجی باقاعدہ ورزش کرنے لگا ہے اور یہی تو انا اور چو سچا ل کر دیا ہے اس کے بار و فوق چہرہ سے بشارت جو انمردی و لیری شجاعت۔ الو الغر می ٹپکتی ہے۔ چوڑی خوبصورت پیشانی اقبال مندی کا نشان دیتی ہے بڑی بڑی جبین بہرا ہو اخٹنا شنی خط کھلے ہوئے رنگ اور چہرہ کے حُسن کو اور دو بالاکٹے ہوئے ہیں۔

خدا ایسے آدمیوں کو مقدس نہ بنائے کہ اسی پر وہ ہیں
لاکھوں کا خون کرتے ہیں۔

خدا تم جیسی کو بے باک نہ بنائے کہ لوگوں کو جان ہی
دیاں معلوم ہو۔

خبر تم پر نہ کچھ اثر نہیں۔
جہہ پر کچھ اثر نہیں اور ہونے کا ہی نہیں۔

خدا حامد پتھر کا دل ہے۔ پتھر کا دل اچھا یہ تو بتا دے کہ پتھر
افسروگی اور ٹھنڈی سانس کیوں ہوتی۔

حامد کا رنگ یکا یک متغیر ہو گیا وہ کرسی پر سے کھڑا ہو گیا

س

حامد

س

حامد

س

مینر تک گیا اور پھر اسے پاؤں واپس آکر وہیں بیٹھ گیا۔ مس حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

مس ڈیر حامد تم کتنا ہی چہاؤ چہپ نہیں سکتا۔ افسوس تم مجھے نہیں جانتے کہ یہ کیا بات ہے۔ (دلین) کاش یہ میرے ہی اٹھ سے ہو۔
حامد تم کو تو دہم ہے۔

مس اگر آپ سچے ہیں۔ تو میری درخواست کیوں نہیں قبول ہوتی۔

حامد پہر وہی کہہ چکا ہے کہ یہ تو ممکن نہیں

خد متکار (دلین) کاش یہ سوال مجھ سے ہوتا۔

مس خیر تم ایک دن ذرا کے ساتھ بیٹھ چھو سے شرمندہ ہو گے۔

مس (ہنس کر) میرا ہی تو مہی خدا ہے اور وہی خوب جانتا ہے۔

مس خیر تین تو اب جاتی ہوں رات زیادہ آئی ہے اور آپ

اس امر پر غور کرنے کی اور مہلت ہے۔

خد متکار یہ سن کر پرے ہٹ گیا اور برآمدہ میں جا کر دروازہ سے

پرے لیکن اسی سیدہ میں کھڑا ہو گیا۔ مس نے آہستہ سے دروازہ کھولا۔

قدم بڑھایا۔

مس (نہایت آہستہ سے) کون؟

مس (مسکرا کر) چپ نام مقول۔

مس میں نے یہ کہہ کر آہستہ سے خد متکار کے کمرے پر قدم بڑھایا۔

استاخ خادم کو تاریکی شب سے موقوفہ دیا کہ وہ اس حرکت کا ایسا ہی جواب دے۔

مس مسکراتی ہوئی چلا گیا اور یہ نہایت افسردگی سے ہمیں رو گیا۔

مس بیان آؤ

مس

مس

خدا تمگار

بہت اچھا

یہ خط آئے ہیں۔

حامد

یہاں رکھ دو (دولین) لاجول و لا قوۃ اس خرافات میں آج

خطوں کے جواب بھی نہ لکھتے (خط ہاتھ میں لیکر) اہا اکرم کا خط ہے۔ (لیمپ کے قریب جا کر اور خط کہو لکھ آہستہ آہستہ آواز سے۔)

۸۔ فروری ۱۹۷۷ء - یکشنبہ۔

دہلی حوض قاضی۔

محترم زانا والا۔ الی۔ تسلیم۔

جس طرح عالم خراب میں گزرے ہوئے واقعات اور بھولے بسرے
 سوانحات مجسم صورتیں بن کر کبھی خوش اور کبھی غمگین کر دیتے ہیں۔ عالم بیداری میں بھی
 انسان کی اوس پیش بین آنکھ کی مدد کے لئے جو امید کے چشمہ سے ہمیشہ آئندہ ہوگا
 کا خواب دیکھتی رہتی ہے یہ خیال گزشتہ واقعات اور کارروائی کے فوٹو ہمیشہ
 پیش نظر رہتا ہے جس سے ہم ہمیشہ اپنے لئے پیرایہ میں ظاہر کر کے گاہے خوش اور گاہے
 ملول بنا دیتا ہے جس طرح انسان کے طبائع مختلف ہیں ان کی اُسیاد و ن اور آرزوؤں
 میں بھی اختلاف ہے لیکن اس نوع کے ایک خاص فرقہ کی حالت اگرچہ ایک سی
 تو نہیں مگر ایک قسم کی ضرورت ہوتی ہے یعنی وہ حالت ہمہ اوقات میں قائم رہنے
 سے پہلے اوس کے اندر ہر انجام کے تردد و است و اس مطالب کے حصول میں لگا بیٹھی
 سعی اور کوشش حالت اور حاصل شدہ مطالب کے ذریعہ سے آئندہ کے
 رہنمون کو کشا۔ ہاں مسدود کیا کر خوشی یا غم کی کیفیت کے محسوس ہونے سے
 یہ راہ ہوتی ہے۔ خداوند تعالیٰ جن کو شروع ہی سے نشانہ تعلق ہے چہرہ اگر
 عالم قدر کی طرف متوجہ کرے تو ان کی تو کبھی نہیں جاتی در نہ ہر فرد بشر کو اس
 زمانہ میں خصوصاً اس زمانہ میں اس سے بڑھ کر انہیں ہے۔ اور ہو ہی نہیں سکتا
 شاہی قانون بدل سکتے ہیں۔ اور بدلتے رہتے ہیں ان کا اثر اگرچہ عالم گیر ہو
 اگر ان سے بچنا ممکن ہے اور بہتیرے قانون بہت سے اشخاص کے لئے بالکل

بیکار ہیں مگر قوانین قدرت جو بدبرسموت و الارض نے نظام عالم کے واسطے بنائے ہیں اپنے مقنن کی طرح لوٹ تغیر سے پاک ہیں اور جسطرح وہ ہر شے پر تادیر مطلق ہے اوس کے قوانین بھی ہر فرد پر عادی۔ پس حقایق موجودات کے مضمر جان سکتے ہیں کہ اس دائرہ میں ہونے کے سبب سے اکرم کا دل بھی شروع ہونے والی دنیا کے سرانجام کے تفکرات کا مرکز بن رہا ہے۔

عمر کا وہ حصہ جو فی الحقیقت ہر طرح اعلیٰ درجہ کی عزت کا مستحق ہے کیونکہ بلا واسطہ تعلقات سے سروکار نہ ہونے کے سبب علی قدر حقیقت پر مبنی ہوگا۔ یہ گزر چکا ہے۔ اور الجھڑی کے پہلے لحاظ سے بہت اچھی طرح گزرا ہے اور دوسرے لحاظ سے بھی برا تو نہیں کہا جاسکتا الا وہ بات جو اس وقت حال ہو رہی ہے تھی نصیب نہیں۔ گنگا بہرہ ہے اور ہم صرف اوس ہوا ہی پر اکتفا کئے ہیں۔ کبھی کبھی اوس کی خوش آئین لہروں پر سے گذرتی ہوئی ادھر آ جاتی ہے۔ اول تو ذریعہ ہی رہ اختیار کیا گیا جس میں اس سے زیادہ ہونا بھی کیا تھا اور افسوس ہے کہ اس کے ہی مراتب علیہ حاصل نہ ہو خیر ایم۔ اے اور بی۔ اے کی ڈگری تو دور رہی ابھی تو ایف۔ اے۔ بی۔ کے الے پڑ رہے ہیں۔ کل امتحان کے واسطے نام بھجوا یا ہے اور آج یہہ نیاز نامہ لکھ رہا ہوں جو خود میرے نظریے آج نذیرانہ سن رہا ہے شہیدان معلوم ہوتا ہے الا چونکہ نتیجہ کو تو کلت علی اللہ تعالیٰ چھوڑ کر مجبوراً اس سال ہر طرح نئی زندگی کے پیمانے پر کوٹا۔ یہ شاید پیش از مرگ وادیا زخیالی کیا جاسکے۔

یہہ نئی زندگی کا زمانہ عمر کا موسم بہار اور اوس کا شریع خوبی کے لحاظ سے نور و زخیاں کیا جاتا ہے۔ الا سلسلہ کے گھوسٹ اور بہار میں پیدا ہوتے ہیں اس کا شرح ان پر مجید گیون کا ہے تو آئندہ تو کیا کچھ نہ ہوگا اور خواتین لوگ آئندہ وادیوں کے انبار اور اس قدر تفریح و سجاوٹ سنہ جانی

فضل پر دال ہے۔ کہ اوس نے اوس میں ان کے واسطے دل چسپی پیدا
 کر دی ہے۔ اور دلچسپی یہی ایسی کہ جون جون زمانہ گذرتا جاتا ہے بجا
 دل گہرا لے کے اور دل بستگی پیدا ہوتی جاتی ہے ورنہ نفوذ بائند کہ میں
 دنیا کا بے سود اور بے نتیجہ بکھیرا آنکھ بہہ کر دیکھنے کے قابل ہے۔ جب ہر ایک
 چیز ہر ایک کامیابی گزشتہنی اور گزشتہنی ہے تو وہ حاصل ہو تو کیا اور نہ حاصل
 ہو تو کیا۔ کھانے پینے مالیشان مکان بنانے خدمت دولت جمع کرنے کی ضرورت
 اس سبب سے ہے کہ انسان جیتا ہے اور اوروں پر تفوق چاہتا ہے الا اس
 جیسے اور تفوق چاہنے کی ضرورت کیون ہے۔ اور جب نتیجہ معلوم ہے اور
 یقین سے اور بہت جلد پیدا ہونی والا ہے اور بار ملائق بے سود ہی ہے
 اور رنج وہ بھی ہے تو اوس کے حصول کی تمنا تحصیل حاصل۔ مگر یہی پردہ ہے
 جس نے دنیا کو دنیا بنایا اور انسان کو انسان۔ انسان دیکھتا ہے اور جانتا ہے
 اور سمجھتا ہے مگر کر کچھ ہی نہیں سکتا۔ میں کہی اس شروع ہونے والی حالت کو
 عورت کی فکر نہیں دیکھتا مگر شروع کرنے پر مجبور ہوں اور شاید برابر سرگرمی
 سے اور اب اتنا ہی نہیں کر سکتا کہ اوس کی کوپور اگر سکون۔ جس کے چور نے
 کیا چھبے افسوس ہے۔ میرا بس چلتا تو شاید کر ہی گزرتا کیونکہ جہان تک میں اپنی
 طبیعت کے اندازہ کر سکتا ہوں مجھے اس نشانہ تعلق کے یہودہ بکھیتا دن سے
 دل بستگی حاصل نہیں ہے۔ میں شاید زیادہ خوش ہوتا اگر ہر چہ گیر بیختہ
 گیر یہ پر عمل کر سکتا کہ کس گلوید کہ ازینہ بخیر و انجارد اور اس سے زیادہ مجھے
 کچھ چاہتا ہے بھی نہیں۔ مگر جیسے یہ نہیں ہو سکتا کہ اپنا بوجہ اپنے پیار سے غریب
 پر تو ان کے منکر کو اور بڑا ہوں۔ بلکہ میری ذاتی غرضوں پر یہ تمتا
 یہی ہوئی ہے۔ کہ ان کی آرام و در بے منکر ہی میں کہ سفارش کروں۔
 اور یہ میرا قرض ہے۔ آج صبح کو جب میں اس دہن میں مستغرق تھا تو قوت

تسلیلہ بہت خوشی خوشی سات ماہ دسمبر ۱۸۸۹ء کی مبارک تاریخ پیش نظر لائی یہ وہ دن ہے۔ جس دن آپ نے ایک سفر لوازہ شنامہ میں احقر کے اکتساب محاش کے ارادہ کا استفسار فرمایا تھا۔ اور اپنی مرہبانہ کوششیں احقر کو کوئی ملازمت دلانے میں صرف کرنے کا وعدہ کیا تھا میں اپنے تئیں خوش قسمت خیال کر سکتا ہوں اگر میری آزادی جو دنیا میں مجھے بہت عزیز ہے آپ کی خدمت میں بندگی سے بدل جائے کیونکہ شاید مجھے اوس صورت میں اس کی ضرورت بھی نہ ہوگی۔ ملازمت اس زمانہ میں غلامی کے برابر ہے۔ میں جب کسی ملازم شخص کی بیکسی اور مجبوری پر خیال کرتا ہوں یا شاہدہ کرتا ہوں تو مجھے اتنا ہی رحم آتا ہے جس قدر کسی بے دست و پا شخص پر۔ لیکن مجھے ہی اس سے گویہ نہیں گورنمنٹ انگریزی میں ملازمت ملنے کی وقتیں اور کیا بی آپ پر منحی نہیں اور جب کوئی ادنیٰ سی ملازمت بھی خالی ہوتی ہے تو ہزاروں لایق آدمیوں کی عرضیان حقارت اور بے پروائی کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں ذرا اور صبر کے لئے علاوہ وعدہ لیا تو شیکے کا کر دہ اس شخص ڈھونڈے جاتے ہیں۔ اور وہ بھی استیفاء لئے جاتے ہیں۔ پہ نظر اہر ہے کہ میرا درجہ اس سلسلہ میں کیا ہے۔

غمرہ نادر طلب اور عشوہ سچا نایاب پسند

عشق یا نول ہے سونا در نہیں ناباب نہیں

پہر سخت ذمہ داریوں اور بندشوں کے باوجود تنخواہ طویل جس میں گزشتہ
شکل چل سکے۔ ہر شخص اپنی محنت کو گران بیچنا چاہتا ہے کم از کم اس قدر گران کہ
اوس کی ضروریات کو پوری کر سکے۔ آپ کی خدمت میں رک گیا اور سب سے پہلے
عزیز نعم الدین کی دیدگی۔ جو صرف ضروریات کے پورے کرنے کی خواہش رکھتا تھا
پہلے چھتہ راہ ترقی نہ پتہ نہ تھا۔ پورے جاؤ گے تو کسی کی یہوں کہہ سکتے ہیں
میرزا احمد درختہ، میرزا میرزا، میرزا حسین علی، میرزا حسین علی، میرزا حسین علی
میرزا حسین علی، میرزا حسین علی، میرزا حسین علی، میرزا حسین علی، میرزا حسین علی

جگہ کی اور جب آپ کی مرہبانہ اطاعت میرے حال پر یہاں تک پہن تو میں یہ بہ
 لکھنا بیکار سمجھتا ہوں کہ میرے واسطے کسی مناسب موقعہ کا خیال بلکہ تلاش رہے
 میں خود بھی اس تجسس سے غافل نہیں مگر امید کرتا ہوں کہ سبب الاسباب
 حقیقی کی بے انتہا مرہبانان یہہ چاہیں گی کہ اس دار الاسباب میں آپ کی مبارک
 سہ سے یہہ کامیابی حاصل ہو۔ انسانی طریقہ کے موافق میں نے اس قدر عرصہ پہلے
 گوش گزار اس سبب سے کیا ہے کہ شاید میری غفلت السعی منی میں کمی ثابت
 کر کے کسی موقعہ کے واسطے افسوس نہ دے۔ والتسلیم

محمد اکرم

خطر کہسکر خوب! اشار اقلد لیاقت تو اچھی حاصل کر لی ہے اور مناسب ہے
 اچھل کئی جگہ موقعہ بھی ہے۔ انشاء اللہ کوئی ضرورت نکل آئیگی۔ (دوبارہ خط پر)
 سرور انشا اللہ اگر کوئی جگہ اس کے قابل نہیں۔ قاضی صاحب سے کہہ دیا
 و احسانات مجھ پر اس قدر ہیں کہ ان کے مقابلہ میں اور کسی کو بھی
 شش کر دین کہ ہے خصوصاً اس قدر دور دور پر بلا یا بلد کے تو کچھ تو ہو۔
 زرا تمام کہہ کر بخیر و خیر بخیر تو ہو جائے گی میں تو بلا لیتا ہوں اللہ سب سے

برائے نرا و بنا چار بایدش دوست سید درجام و پیر سے کل من علیہا افسان
 اسے اندر ہیر و رازش کے چلتے تارون تہوار سوا جگہ گاہٹ گرجا کا ٹہنڈی راقون
 میں اوس دور از وطن سفر کا کیسا دل بھڑائی ہے جو ایک سدا این جگہ میں
 تن تہنا اپنے عزیز و اقارب سے بچھڑا ہوا فرض زمین پر ایٹا ہے یہی نہیں
 بلکہ ناخدا ابھی ہتھاری رو نمائی سے سب سے پابان ہندو میں اپنا رہے تو ہاں
 آخیر عشر کا روستہ میں چاند دور کے حق میں اندر اندر ابلد ہوتا
 شروع ہوا اور تارون کی چمک درہم پڑنے لگی۔ بلکہ مہبت سے تو دکھائی چھا
 نہیں دیتے زمین پر نورانی چادر جلدی جلدی پہل گئی اور اس روشنی میں

کاسید مار استہ ڈھونڈ نکالیں گے ٹھنڈے ٹھنڈے ہوا کے چونکے لے
اور ہرے ہرے درختوں کی ڈالیاں ستانہ او اسے جو میں غچہ فرازا چنگ
اور لچلچو زیادہ شگفتہ ہونے گئے۔ ہوا کا ایک چونکا آیا اور کسی بیکس کے
مزار پر ٹٹھاتے ہوئے چلائے کو بچھاتا ہوا سن سے نکل گیا۔ اتنے ہی میں شوق
میں روشنی ظاہر ہوئی اور نیرنگی بڑی آب و تاب سے نکلا ایک اودھ تارا
جو ماہتاب کی روشنی میں شرمشا کر جھلکا رہا تھا اٹاٹا ناغائب ہو گیا رفتہ رفتہ
ماہتاب بھی سفید پڑ گیا۔ اور اوس سے اپنے نورانی شعاعیں زمین سے اٹھ کر نکلا
سفر حلیٰ جلدی اختیار کیا۔

اب آفتاب کی کرنیں نہایت تیز ہو رہی تھیں ہوتی زمین و آسمان پر پور
گہرے بلند ہوتے ہوتے وہ سمت الراس تک آ گیا۔ کسی آنکھ کو تاب نہ دیا اور
دیکھنے کی جسم کو برداشت نہیں کہ اوس کی گرمی سہ سکے۔ مری نیم سحری جو اپنے
خوشگوار ٹھنڈے ٹھنڈے جو کون سے راحت پہنچا رہی تھی۔ اور نازک
غنچوں کو شگفتہ کر رہی تھی صبر بن گئی۔ اور اپنی لپٹوں سے اپنے ہر پتے کو
گلہاں کو مر جانے لگی۔

اے دھکتے ہوئے منور چہرہ والے خورشید! تیری گرم بازار کی
آگے ستاروں کا جھرمٹہ نہ رہی نہیں دکھائی دیتا آفتاب پہنچا تو کہہ دے
کہ اب میرا دن کو موقعہ نہ ملے گا کہ وہ اسی سرزمین کے سینے سے
اپنی صورت کو نکالیں۔ کیا تو سنے تمام عالم کو سن کر لیا؟ کیا تیرا جلال ہر جگہ
نہیں کہیں نہیں؟ ایم نہ مانہ کی عادت نہیں! اور اب آفتاب کی آب و تاب میں غرق آئے
چند گنبد کے بعد اوس کے چہرہ پر تر و می چھا گئی۔ جیسے کسی جان بند شخص
دم نزع۔ اسے پتہ ہو سکے سپیدارہ تو اب کھان سے اور آسمان پر ڈھونڈ

دیکھتے ہیں اور دل ہی دل میں آہیں بہر کر آنسو بہاتے ہیں۔ کہی وہ ایک دوسرے کو تسکین دے سکتے ہیں مگر افسوس کہ اس میں اس قدر ناکامی حاصل ہوتی ہے کہ خود ہی بیقرار ہو کر دوسرے سے زیادہ گریہ و بکا کرتے ہیں۔ اور پہرہ و نو کے موتی جیسے شگفتہ آنسو ان کے پاکدامن پر گرتے ہیں۔

قاضی صاحب کی بیوی ایک عظیم الشان بیوی تھیں۔ ان کی عمر کی محترم تصویریں رہی ہیں۔ اگرچہ آنسو خشک ہو گئے ہیں۔ اور زبان سے اُت نہیں نکال سکتیں مگر دل کا عجیب عالم ہے اور جب وہ یتیم لڑکی شرف کو دیکھتی ہیں تو اور بھی حزن و ملال کے آثار چہرہ سے نمودار ہوتے ہیں۔ لیکن اس ظالم میں بھی خدا پرست اور خوددار بیوی صبر و شکر سے کام لے رہی ہے۔ اگرچہ کچھ پھٹا جاتا ہے مگر صبر کی جبر کی جگہ پر ہوتا ہے۔

بہر دیوانہ خانہ میں کچھ لوگ جو فاقہ مرگم کے قریب سے آئے تھے بیٹھے تھے۔ مرحوم کے فضائل حمیدہ و اوصاف پسندیدہ بیان کر کر کے افسوس ظاہر کر رہے ہیں۔ مولوی حلیہ دین قاضی صاحب بڑی خوبی کے آدمی تھے۔ بڑے سیرت پرست اور پاکدامن۔ لوگ دنیا میں ہر سے کاہے کو ہیں۔

میر فتح علی اچھی مولانا اس زمانہ میں بھی کہ بچارے پیش لیکر گہرا بیٹھے تھے اونکی آواز کا بہت سا حسرت تھی۔ لاوارثوں کی اواراد میں حشر ہوتا تھا۔

شیخ رحیم الدین ابو ایسا خدا کی طرف دل لگا تھا کہ سوائے نماز و نیکی کے ہر کام میں ہمت نہ تھا۔ اچھی اس پیرانہ سالی میں ہی رات کے تین بجے اٹھتے تھے۔ اب اس میں خواہ گری ہو خواہ جاڑہ۔

میر فتح علی کا خیال یہ تھا کہ میر کیسے دل و جان سے کوشش کرتے تھے۔ کسی کا دل میلا ہونے کی تو انتہا ہی دلتھی۔

وہ چاروں کے ہاں رہتے تھے۔ ان کے خیر خواہ اور مددگار تھے۔ ان کے خیر خواہ اور مددگار تھے۔ ان کے خیر خواہ اور مددگار تھے۔

شیخ کلن خاٹکار

ہائے کیسے اچھو آدمی تھے۔ اللہ ان کو جنت نصیب کرے۔

ہمارے زمان باپ جو سمجھو وہی سمجھو۔ ہم لوگوں سے بھی کیسے ملائمت سے بات کرتے تھے۔ اور کیسے خوش خلقی سے پیش آتے۔ آج اس گہرائے کا بڑا بوڑھا سداہ اسچوین ہے کہ سب کے سر سے تاج اتر گیا۔

شیخ رحیم الدین

ہائے اب ایسے نیک آدمیوں سے دنیا غالی ہو گئی۔ اور

کسی پاکیزہ رشتہ راقع ہوئی۔ پرسوں مجھ سے ملاقات ہوئی۔ کل صبح کو درواہا شام تین بجے تو آتا ہوں۔

مولوی عبد اللہ

جی ان حضرت لَمَّا إِذَا آجَاءَ أَجْلَهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَعِزُّونَ۔

میر فتح علی

میری سچہ مین تو نہیں آتا۔ کہ دنیا ہے کس مرض کی دوا۔

اور یہاں ہم لوگ کیوں بیچے۔ کہ ہیں۔ ایک نالک کا ساتھ ساتھ ہے کہ رات بھر طرح طرح کے درد و کچھ صبح کو کچھ ہی نہیں۔

شیخ رحیم الدین

لَمَّا إِذَا أَتَيْنَا فَأَجِئْنَا بِمَنْ أَعْرَضَ فَخَالَفَتْ

الْحَقِيقَةُ۔ محرم نہیں۔ ہر تری و آبرو کا۔ یان در نہ جو حجاب ہے پر وہ سہ سہ رکنا غیاث اللہ رشتہ

شیخ رحیم الدین

نغم کے کھانسنے کے لئے پیدا کیا انسان کو در نہ طاعت کے لئے کچھ کر نہ تھے کہ وہ بیان

خدا پیدا کی ہے تو وہی جاسنے کہ کیا حرکت ہے گداس میں ایک نہیں کہ اولیائے بے سود اور دل بزار ہوئے ہیں۔ بادشاہ ہو یا غریب اس پر یہ عقیدہ کہ کوئی نہ منکر۔ احتیاج۔ حرص۔ سے خالی نہ پاؤ گے تحقیقی سبب نہ کرے گی کہ یہ

نوٹ سلا جنت اہل آتی ہے تو نہ یکساں خلقی نہ ایک راحت پہنچتی ہے

۱۵ میں پوشیدہ خزانہ ہا جب میں نے ہر چاہا کہ لوگ مجھے پہنچائیں تو میں منے خلقت کو پیدا کیا۔

تو بخیر۔ بچہ ہے یا جوان خواہ بوڑھا سب ہی تو اپنی اپنی بساط بموجب ادھر ہیں
میں لگے ہوئے ہیں۔

ضیاء اللہ اختر حضرت بالکل بجا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

جور ادیب و شوق حبیب و غم فشور

اپنا کوئی زمانہ نہ گذر انسر فرمیں

مولوی حمید الدین بہائی آرام و بے فکری کے تو سب طالب ہیں مگر کچھ

راستہ نہیں آتے جس قدر تعلقات و نیوی کم ہوں گے بے فکری زیادہ۔ اور جب

بے فکری ہو تو آرام بھی ہے۔ دور خوشی بھی ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ ہمیشہ سوچے

اسطے ایسا تیار رہے جیسے مسافر اسٹیشن پر روانگی کے واسطے۔

ضیاء اللہ اختر ہمشیر باش خواجہ کہ از مرگ چارہ نیست

غافل مشو کہ عمر غنیمت دوبارہ نیست

در زندگی کو بوشش کہ فرصت ہمیں دست

نہ پر اگر روز مرگ بکس آست کارہست

مولوی حمید الدین مولوی بہائی بہائی کہتے ہیں کہ دنیا سے آگے نہ بڑھنا

مشکل ہے خیر انسان کچھ سمجھو کہ قدرت بکھیرے لگے ہوئے ہیں کہ ان سے بہتر

کچھ ہو چکا ہے اس لیے کہ دنیا سے آگے نہ بڑھنا

مولوی حمید الدین بہائی کہتے ہیں کہ دنیا سے آگے نہ بڑھنا

ان کے جن میں نام نہ تھا یہ کہہ رہے ہیں۔

و ان کے چاک اور گردن ان کے چاک میں

و ان کے کات و قندے سے آگے نہ بڑھنا آج دوستوں کو بھروسہ نہیں ہے کہ صرف

مستور اس کے پاس بیٹھا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو تکیہ سے لگے تھے لیکن سب سے پہلے دور

کاحزن وصال آشکار کر رہی ہے۔ اُنکا چہرہ اُترا ہوا ہے۔ آنکھیں سُرخ ہیں لب
خشک۔ جزل اندر سے ٹپ رہا ہے۔ بار بار لبوں پر ہنڈے ہنڈے سانس لے
ہیں اور روتے چلتے ہیں۔ دل اند و گین پیرا چلا آتا ہے۔ اس بے ہنگامے میں۔
جس پر روتے ہیں۔

اکبر آہ پیاری تازنین مجھے کیا معلوم تھا کہ تو بیوفا ہے۔ تیسری
عنائتیں صرف مجھے اور برباد کرنے کو تھیں۔

ارے میان تھکے ہو، تو غصہ کیا ہم منع نہ کرتے تھے۔ کہ وہ اس
حرکت سے اور اُچٹ جاگلی۔ یا رتم کو ڈھپ پر لانے کی ترکیب ہی نہیں آتی۔

اکبر ہائے کیا اچھی موت تھی کیا نازک اور چھرتیلا بدن و انداز۔
بہتر آنکھوں نے کہی نہیں دیکھا۔ کاش ایک بار اور نظر آجائے۔

منصور وہ تو تھاری نظر ہو جائے مگر تم سنہ تو نبی بنائی بات بگاڑ دی۔
کبر جی ہاں مجھ جیسا کوئی دلیر ہو تو لے۔ سب میں سننے والی ٹولی

اوس کے باؤں پر رکھ دی اور ظالم کا دل نہ پس جا تو اور کیونکر مانتی۔
منصور میان رام کرنے کے بہ طریقے نہیں۔ اُس رات تھیں وہاں

اکبر اچی دیوانہ ہوئے ہو میں نے جا کر کیا کر لیا۔ خدا کی قسم
اوس کے چہرہ پر نظر پڑی ہے تو ہاتھ پاؤں میں ایسا رعبہ آیا کہ قدم ہی نہ

اٹھے اندرا اندر اس موٹی مورت سننے کس انداز سے خشکیں ہو کر میری طرف
دیکھا ہے کہ اس دوسرے دل لکھنے سے ہوتا ہے۔ آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے

منصور خیر سب اس خیال کو دل سے دور کرو میان ایسے ہر حال میں
دل لگانا بھی نہیں چاہئے۔

اکبر لا حول ولا قوۃ - وہ ہر جانی نہیں -
منصور اگر ایسی نہیں تو یحان تنہا آکر کیوں رہی تھی - اور پہراپ
چلی گئی کچھ تو ٹھکانا ہوگا -
اکبر یحان آکر رہی تھی - یحان تو میرا جذبہ شوق کہیں چھ لایا تھا
منصور خوب تو پھلے اپنا دیدہ عاشق تھے -
اکبر اوس نے اما جان سے اپنی کھانی کہی تھی - وہاں سے تو کسی
وکیل کے ڈر کے مارے نکلی تھی - اما ہی کی تعریفوں نے مجھے مشتاق کیا - اوس
ظالم نے میرے واسطے کپڑے وہ وہ سی کر دئے کہ میں نے جانا اوس کا والہاں
آگیا -
منصور یار بھی تو کہتے ہیں کہ تم خطی ہو بس ایسے خوش ہوئے کہ بیچہ
وہاں جاہکے - بھلا وہ تہاری صورت سے بیزار ہوئی کہ نہیں رفتہ رفتہ دوڑے
ٹوٹے -
اکبر یار شوق نے بھی مانا ہو - سیکر بھی ہو میں تو کیا اوسے -
منصور نکالوں گا - یا مر جاؤں گا - بس ٹھان لی ہے -
منصور فہم نہ کہیں کہ جنوں کے سے آواز ہیں -
اکبر ہاں پہانی سے کہتے رہا کہ ہم جیتے وہی جاسے ہم تو پہچانے
کر ایتھ کر دے گے -
منصور میان لغت بھیجی ایسے معاملہ دنیا میں بہت ہو رہی کرتے ہیں
اکبر (تمہاری چڑھا کر) لغت تو میں تمہارے ہی ہوں نہ کہ وہاں سے
اور غش نہ کہاتے تو جانتے -
منصور چہا اس کا علاج ؟
اکبر علاج کیا ہے - وہ علاج تو میری پیاری تہرے ہاتھ میں ہے کاش
بہر جان تیرے قدم نہ ہر گھاتی کہ نہ جاتی تو تھی -

نیر کا بنم برت تو جلتا کہ تجھے ہی بو پہنچتی جو یوں ہتھ اداں کو چلنا تو بلا سے عود ہوتا
نہ خود۔ تو تم اے بیٹے منہ طرف کیوں رہ پتہ مل ہی جائیگا۔

ابن کثیرؒ افسوس یہ ہے کہ اب وہ میرے دادا سے نکل گئی اب ملی
یہی نہیں نہیں اپنے کا۔ داکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

کہوں میں کیا کہ کیا درد نہان ہے
شکایت کو یہی اب طاقت کہاں ہے
اجل نے کی ہے کس دم مہر بانی
بچے ہی مل گیا ہے کوئی تجھ سا
یہ کس گلہ و کاعالم یاد آیا۔
ہوئی ہے تاجی بیل سو شرم
سترون کارادہ ہے سفر کا۔

کوئی یاں لاؤ اوس جیسے نفس کو
کہ آراشہ بیستہ نام اک جوان ہے

پہلے کیا وضاحت ہے۔ پہلے اخبار اول کو سنہالو۔

میان وحشت تہمین ہے۔ بس اب آپ بھی یہاں۔۔۔ جا کر کچھ افسوس اچھڑا کر اپنے دل سے جھٹک لیا۔

پھر وہ مجھ پر ایک کبوتر ڈالتا ہے۔ چلے جاؤ۔ یہاں پہلے پہلے سے

10. 11. 1950

میں نے جو بھی پڑھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

(Handwritten signature)

1. *Handwritten notes and scribbles at the bottom of the page.*

پہر سچا بن گئے کیونکہ اس وقت الٹا اثر ہو رہا ہے۔ وہ اٹھ کر سیدھا اپنے گھر کو چلا گیا۔

اس وقت رات کے بارہ بجے بن خلق خدا پاؤں پھیلائے سوتی ہے خیرین سناٹے کا عالم ہے چوکیداروں کی بیدار کن آوازیں بے فکر خواب کے متوالوں پر کچھ بھی اثر نہیں کرتیں۔ طالب علموں نے بھی کتاب بند کر کے خواب کا ارادہ کر لیا ہے۔ خدا پرست بھی نماز و وظیفہ سے فارغ ہو کر خواب استراحت میں ہیں اور چونکہ تہجدین ابھی دیر ہے بیٹھی بیٹھی نیند لے رہے ہیں۔ ہاں راہزنوں اور چوروں کی آنکھوں میں نیند نہیں وہ پولیس کی آنکھ بچا کر اپنا کام کر رہے ہیں اکبر کے بالا خانہ میں اس وقت اکبر کے سوا اور کوئی نہیں۔ وحشت لمحہ لمحہ زیادہ ہوتی جاتی ہے دل گہرا رہا ہے اور آنسو اُمٹا رہا ہے۔ اس عالم وحشت میں وہ گھر سے نکل اجمیری دروازہ سے شہر کے باہر چلا۔ رخصت اے زندان جنوں زنجیر در گھر کاٹے ہے۔

مردہ خاردشت پہر تلوا میر اکبر الٹا ہے۔
آنکھوں میں سیدھا شکر اور زبان سے اشعار جاری ہیں اور وہ گئے اٹھا ہے اکبر۔

آسمان پر تار سے کہیں رہے ہیں قمر و چاند کی ساتویں رات
کچھ غریب سے نہ آتا نہ جاتا ہے کہ کوئی جادو سمیٹ رہا ہے لیکن ابھی تک
شاہ جہاں کے تاجا سب میں دوسرے شہر جہاں کا ٹکس لہرا رہا ہے۔ تاجا سب کے
یاروں حضرت گنگاں ہر سے ہر کے درختوں کی فضا میں ایک غار کی گوت میں
بھڑکی ہیں گو ہزار شہر شہر کے دروازے کے کنارے ہیں ایسا دیر پاں ہر کے
جوئے خدا کا کیا ذوق پیدا کرتے ہیں کہ ڈالیاں بھوم بھوم جاتی ہیں۔
برند سے پر وں میں گردن دے کے بسیرا لے رہے ہیں پر شہر کے چوکیداروں

بی طرح اتو بھسی کبھی بیدار باش پکار اٹھتا ہے۔ اس سین نے خدا جانے
اکبر کے دل پر کیا اثر کیا ہے کہ وہ اور از خود رفتہ ہو گیا۔ تالاب کے
کنارے بیٹھا ہے انسو کی لڑیاں بندھ ہی ہیں گویا آنکھیں برسات کی کمی کو
پورا کرنے اور تالاب کو لبالب بہرنے کا بیڑا اٹھا چکی ہیں۔

کبھی تو لبون پر مہر سکوت لگ جاتی ہے اور کبھی آہیں کسی شعر
یا مصرعہ کے حروف لئے ہوئے زبان تک آتی ہیں۔

دیوانہ ہو گئے گل جیب قبا سے ہم
بیگانہ جب سے یار ہوا ہے رقیب ہے
امید قطع کر چکے ہر آستانے ہم۔
بیل یہ کہہ رہی ہے سرشاخار پر
کم التفات ہم سے سمجھتے ہیں اہل بزم
بدست ہو رہے ہیں چمن کی ہوا سے ہم
اے جوش رشک قرب عداوت موت اٹھا
شرمندہ ہو گئے ترے شرم و حیا سے ہم
نہ سنے۔ از عشق میں ضرب المثل
بیٹھے ہیں دیکھہ بزم میں کرا لہجہ سے ہم
کیون کر غبارِ دل میں نہ کہیں صبا سے ہم
وقت کی تاثیر نے اشعار کے اثر سے ملکِ دل کے آگ کو اور پھر کایا وہاں بیٹھے
سے بھی دم اکٹا گیا اور ایک سسٹنا ان شرک پر ہو لیا۔

افسوس خدا جانے اب کتنا تیرا سرگردان ہو گیا ہے
کس کس کی التجا کی ہوگی۔ ہاں تیرے زور کسی التجا کرے !
کیا وہ اس قابل نہیں کہ زمانہ حسن کی وہی سمجھ کر اس کی پرستش کرے !
کیا وہ میرے ہاتھ نہیں آسکتی۔ افسوس تو بین اب اور وہ عمر نہ ملے گی
تو ہر اس زندگی سے فائدہ اور اس بیچنے سے حصول.....

یا اللہ یہ کیا معاملہ ہے میرا دل کیوں اب اس سے ٹھنڈا ہے.....
اگر تیرا لہر کیسے تو دیکھو پکار پکار کر اور یہ یہ کہہ کر گیا.....
اور سے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ناچار ہو کر کیسے کے کہنے میں آجائے اب شرک
اور تمکنا تھا ہی کیا ہے.....

مگر نہیں تو کیا میں اپنی پیاری کی اتنی خدمت ہی نہ کر دوں گا کہ اوس کو اوس ظلم کے پنجے سے چھڑاؤں۔ آخر یہ میری جان کس کام آئے گی۔ بس اس کو اسی کام میں صرف کیا جائیگا!

افسانہ

میں بلاتا ہوں اوس کو مگرے جذبہ دل اوسہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنو
 چہ جہیز کا عرصہ: چچا قاضی صاحب کی بیوی فی اسپیہ تنیم لڑکی مشرف جہان کی شادی
 مولوی ذوالفقار علی رئیس دہلی کے چھوٹے بیٹے محبوب علی سے کر دی اور اب اس
 فرض نصیب سے سبکدوشی حاصل کر کے اکبر آباد اپنے بہائی کے پاس جاتی ہیں تاکہ بقیہ
 زندگی یاد و خدائیں گزاریں۔ نازنین انور کو اپنے ساتھ لے جایگا ارادہ پانچ گشتہ
 جہان کے اصرار سے مجبور ہو کر ان کو تھوڑے عرصہ کے واسطے اوسے یہاں
 چھوڑنا پڑا۔ کیونکہ اولاد کی محبت نے گوارا نہ کیا کہ مشرف کو جہ کہیں اپنوں سے
 جدا نہ ہوئی تھی اسطرح تنہا چھوڑ دین کہ اوس کے عزیز سہیل کو بھی اجائیں لیکن
 ارادہ تھا کہ یا تو تھوڑے دن کے واسطے خود دہلی آکر اپنے ہمراہ لیتی جائے
 یا وہیں بالالون گی۔ چونکہ نازنین انور سے ہی اون کو بدرجہ کمال الفت تھی اس
 واسطے تمام سارا ارام و آسائش کا بھولی کر گئیں تھیں۔ اور ماکیدہ تھی کہ ہفتہ میں
 دو خط ضرور بھیجتے رہنا مگر قسمت کے کلبہ کر کے کو خیریت کہ کیا کیا۔
 یہاں کچھ دن نہ گزرے تھے کہ مشرف کو اپنی خاوند کی ساتھ پونہ جانا پڑا۔
 وہاں میک دل بیگم پر خاوند کی موت اور اولاد کی حیرانی کا کچھ ایسا حال
 تھا کہ اندر ہی اندر گھسلی جا رہی تھیں اوس پر ہر گز کی طرف سے بالکل ہفتہ
 کچھ یہ ہو کہ زمین کے سب سے عافہ بالا پر پہنچا کہ تو تم تعذرت و دیوی سے
 مسکندہ تھی کہ وہاں نازنین انور پر پونہ رہ گئی۔ گویا ان کے سر پر
 عسکریہ تھی کہ وہاں رہ گئی۔

ہوں تو ان سمجھ سہی مگر میری رائے تو یہ ہے کہ آپ کو ابھی بہت عمر کاٹی ہے وہ تدبیر کرنی چاہئے کہ یہ مشکلیں جو آپ کو اپنے ہاتھوں پیش آتی ہیں نہ رہیں۔

نازنین الحیرت۔ کہ مجھے کوئی شکل نہیں۔ میرے آرام کے قابل بہت ہے۔ نئے تیرکمانین ہے نہ صیادکین میں۔ گوشہ میں قفس کے چھ آرام بہت ہے۔

عورت خدا نہ کرے تمہارے نعمتوں پر مشکلیں پڑیں۔ اللہ ساری مشکلیں آسان کرے۔ رسول اللہ کے صدقے سے۔ مگر بیکم خدا کے فضل سے آپ خود سمجھ سکتی ہیں۔ کہ کہیں اسطرح نہ گئے گی۔

نازنین خیر آپ فرمائے کہ اس تہید سے مطلب کیا ہے۔ عورت میرا مطلب کیا ہوتا۔ مدت سے دیکھنے کو جی ٹپ رہا تھا۔ دیکھ چلا۔ ہاں جی یہم چاہتا تھا کہ آپ کو آپ کی جائداد میں آباد دیکھتی۔ نازنین اب جائداد کا کیا ذکر ہے۔ میں تو اس سے بالکل دست بردار ہو چکی۔

عورت یہم ہی کوئی بات ہے اللہ آپ کو مبارک کرے۔ آپ کو روپیہ اور کاغذات امانت رسد کچھ ہیں۔ وہ کوئی لٹیڑے ہیں۔ کون ہیں۔ ابھی ایک بات تھی۔ آپ کی مرضی میں نہ سہی۔ مگر ہاں اتنا تو ضرور کہوں گی کہ آخر آپ شادی کر دین بھی اگر۔ پھر اس سے بہتر ایسا جان فدا کر نیوالا۔ انشاء اللہ اوریت ناکت اور کون ہوگا بیوی سچ کہتی ہوں راز کھڑے گی۔ اب یہی کیا کرنا ہے۔

نازنین خوشگین ہو کر گد آجستہ اور سستہ سہارا ہی بہت ہاتھیں چلی ہیں طاقی نہیں۔ اور میں کہہ چکی ہوں کہ وہ ہر کی دنیا اور ہر جہاں سے ہو کر نہیں۔ عورت پاشہ کس تیر کا دل ہے۔ تھنہ نہ لے کو دیکھا ہی نہیں اور نہ سیر نہ کر رہا تھا۔ کہ سہی گھڑی ہے کہ آپ کی دھن اس کو نہیں دیتی

میرے آنے کی خبر سنی تو بڑی منت سے کہا کہ ہمارا رقبہ لیتی جانا۔ میں نے کہا کہ
میان لے تو میں جاؤں گی مگر دینے کا دوسرا ہین اگر مزاج تھکانے دیکھوں گی تو
دون گی۔

مازنین خیر آدم بر سر مطلب۔ خراہین بھی تو کہہ ان در قہہ ہاتھ میں لیکر
پڑھتے ہوئے

مانامہ بہ برگ گل نمیشد پیچم
باشد کہ صبا باور سائند

ڈر ہے کہ کہیں پہ نامہ اور بھی مزاج منتض نہ کر دے خیر ہم تو اپنی تمام ارزون
کو خاک میں ملا چکے صرف خود خاک ہونا باقی ہے تو ایک دن آپ کے ہاتھوں پہ ہی
ہو جائیگا۔ سیری تمناؤں کا مدار آپ کی عنایت پر تھا سو اس کی جو کیفیت ہے آپ کو
معلوم ہے۔ میرا عقلاً نقلاً نہ کچھ بس ہے نہ زور۔ اگر بار خاطر نہ ہو تو ایک دن
نے تبار قدم رنجہ فرمائے۔ اپنا حساب و کتاب کر کے ہمارا قصہ تمام کیجئے۔ بہر ہی
بڑی جرات کر کے آرزو کی ہے۔ اور آخر میں تمنا ہے۔ اس پہ جو شبہات
آپ کے خیال میں آئیں ان سے میں تسمیہ اٹھا کر کرتا ہوں۔

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا
اداسے دیکھ رہا ہے بے تار سے گناہ دل کا

منظرِ اندر

مازنین۔ یہ آکر اٹھایا اور اسی خاک کو پڑھ کر کہہ دیا۔

پہلے سے نصیب سے باور ہوا۔ ہی نہ آگیا تھی سب سے تنہا کو دنیا میں سے ہی تو آج بے خبر ہو گیا
عورت اب بھی نہ تو تو ظلم ہے
مازنین کیا مانوں۔ آپ اسی کے کہہ رہے ہیں کہ مجھے یہ محنت تھیں سیری آست
میں جو ہونا ہے وہ ہو رہا ہے گا۔

قرینہ سے رکھ رہا تھا۔

حامد کھان ہیں۔

ہوا خوری کو گئے ہیں۔ آپ بھی ہو اکلے۔

دسکرا کر آج تو کس ہو این ہے۔

صرت آپ کی ہوا ہے۔ قسم لیلو جو دوسرا خیال بھی تھا

(ایک انداز خاص سے) اہو پہ منہ اور مصالح۔

جی ہمارا منہ کا ہے کوہ منہ تو اونکا ہے جو آپ کو منہ

نہیں لگاتے اور آپ اون پر جان دیتی ہیں۔

(شرکاب) تو اب بہت چل کلا ہے تیرے منہ کون لگے۔

سچ کہتا ہوں تم ناقص اون سے اس قدر محبت کرتی

وہ اور ہی قسم کے آدمی ہیں۔

کے آئے ہیں۔

میں نہیں بدلتا۔

بھوکھوں اس قدر عجلت کا سبب کیا مجھ سے

بہت گھبراہٹ ہو کہ کبھی پہلے اس کے لئے کھنڈ ہوا ہے ہاتھ رکھا اور اس کو کر

ان طرف دیکھا اس کے ہاتھ سے کہہ رہا تھا کہ سنہالا اور گرنے سے بچایا

کریسی پر شکن ہو گئی۔

حسن عشق سے نہ گھبراؤ تو یہ کیا کہ قوت ہو کر کی طرح

اس نے اس کے لئے کن انجیوین سے اس کا یہ قہر ہے کہ یہ انداز سے شہید کر دیکھا

بے پرواہ اور سیدھے صبر و بردباری

ہیبت تو یہ ہے کہ میں نکلا ہے۔

میں اگر نہ چاہتا تو اب ہی پہنوں سے چل نکلی تھیں۔

کسی دن شجکو سخت سزا دی جائیگی۔
ہاں مگر اپنے ہاتھ سے قتل کرنا۔

مس

حبیب

مس کی ہتھار اُن نے، و نو ہاتھوں سے اوس کے سینہ میں گویا سزا
وینے کو پیش کی لی۔ مگر حبیب ایسا آدمی نہ تھا کہ بے گناہ ایسی سزا برداشت کر سکتا
اوس نے بھی دلیرانہ ہاتھ بڑھائے مگر حبیب نے ہاتھ چٹک دیا تو پہلے تو اس کے
اتنی تیز آہستہ سے ہوٹوں سے کاٹا اور سپہرا پنا جواب پورا کیا۔

مس

دیکھنا ہاتھ کاٹ ڈالے جائیں گے۔ حبیب نے اپنے

ہاتھ مس کی کرسی پر رکھے اور اگے چمک کر اپنی گردن ڈالکر کہا کہ تم سب ہی
کیون نہ کاٹو۔ مس نے دونوں ہاتھوں سے دھکیلا تو وہ اور مس ہی پر اس وقت نہ ہٹا
کہ اس اپنے تبین اوس سے لمس کرنے سے نہ بچا سکی۔

مس

تو تو اب سزا سن کر یہ ستادہ ہو کر مین

دگر دن میں ہاتھ ڈالکر اس کو چھڑا دی۔

مس

بیشک سے ناکارہ ۹

مچکو تو فائدہ ہے تو کہ نہ

آخر کچھ مطلب بھی کھلے۔ ولین کیا ہے

میری خواہش پوچھتے ہو تو میرا جواب یہ ہے کہ

چکے بیٹھے رہنے سے صورت تمہاری دیکھنے

مس

صورت دیکھنے سے کیا حاصل رہتا ہے چھوڑو

دولت میں ہر کار کا یہ ہے کہ وہ جس سے

نہیں کر سکتا نہ کہ وہ نہ کر سکتا نہ کہ وہ نہ کر سکتا

نہیں کر سکتا نہ کہ وہ نہ کر سکتا نہ کہ وہ نہ کر سکتا

نہیں کر سکتا نہ کہ وہ نہ کر سکتا نہ کہ وہ نہ کر سکتا

نہیں کر سکتا نہ کہ وہ نہ کر سکتا نہ کہ وہ نہ کر سکتا

مس

حبیب صرت اپ ہی کر سکتی ہن۔ اگر ادکچہ نہیں تو ابھی کو مٹھی
ہی مین آنے کی اجازت دیجئے۔

لو ابھی چلیو۔

چلو مگر یہ یاد رہے کہ چلتا اسان نہیں پھر اس کو بچھڑے۔

رکھنا نہ ملیگا۔

(حبیب کا ہاتھ گھٹیکر) ارے چل ہی دیکھا جائیگا۔

حبیب خوشی کے مارے پہولا نہیں سہاتا۔ مس کے ہاتھ مین ہاتھ ہے
زمر و کنایہ کی باتن ہوتی جاتی ہن۔ اب گستاخان۔ نہ اغماض سے ظالمی جاتی
ہن بلکہ خستہ پیشانی سے دوبارہ اون کی جسارت دلائی جاتی ہے۔ بے تکلفی
ابھی سے زیادہ دلیری کرتی ہے اور انعام پاتی ہے۔

پھر وہی کچھ ہاتھوں کو چل ہے۔

ہاتھن۔

کر مہائے تو ظور اکو دگستاخ۔

نکرتن سب۔ زاجکھاؤن گی۔

اس مزے ہی کی تو از رو ہے۔

مس کیتھارائن اور حبیب تو اسیطح راز و نیاز کرتے

برسے بیان رات کے آٹھ بجے جاوے ایک مسافر دوسرے کے ساتھ کھڑے ہوئے۔

میں

میں نے کہا کہ میں نے یہ سب سنا ہے۔ میں نے یہ سنا ہے کہ میں نے یہ سنا ہے۔
میں نے یہ سنا ہے کہ میں نے یہ سنا ہے۔ میں نے یہ سنا ہے کہ میں نے یہ سنا ہے۔
میں نے یہ سنا ہے کہ میں نے یہ سنا ہے۔ میں نے یہ سنا ہے کہ میں نے یہ سنا ہے۔

اور رنگِ حقِ بدنِ چرے ہوئے گوشتِ آدم آگے رکھتی تھی مگر پاؤں لڑکھرائے جاتے تھے سامنے نظر اٹھاتی تھی مگر آنکھیں چار نہ ہو سکتی تھیں۔
اوس کے آتے ہی باغ میں پہنچے اور عالم ہیو گیا۔ گو یا قدرت کے ہاتھ ایک سچا کر لائے ہیں کہ سرد اوس قاعدے سے نرگس دن آنکھوں سے گل زون خسار و نکتہ مائیت سامنے والے شخص پر ایک سکتہ کا ساماں ہے گو یا بجلی گری اور جو اس بخت کر گئی۔ نہ ہاتھوں میں جنبش ہے نہ بدن میں حرکت۔ وہاں وہ عالم یہاں وہ کیفیت گو یا کسی صنّاع نے موم کی صورت میں بنا کر کھڑی کر دی ہیں جو ہوا سے کچھ کچھ حرکت کرتی ہیں۔
اسے من از حیرت تو از تمکین نہ ایماے نہ تقریرے۔

بدان ماند کہ ہم بزم ست تصور بر سر پہ تصویر سے
خادمہ نے انور کے کندھے پر ہاتھ رکھے وگم گاتے تھے۔ سوئے کو چلنے میں جھانک
دیا۔ بہت جلد بہ دو تین تصویریں قریب ہوتی جاتی ہیں ایک کو حیا اور دوسری کی
حیرت زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ آخر زیادہ طاقت نہ رکھ کر اور قریب پہنچا خادمہ آگے بڑھ کر کہنے لگی کہ
(کرسی گھٹیکر) اچھا بھان تشریف رکھئے۔
ما
مازنین
فرایہہ سمجھا دینا کہ میں بالکل بندوبست کر کے آئی ہوں۔ اگر
فرایہہ لڑتے کیئی امر ہو تو میرا خون ہی اُن کے سر ہوگا۔

اما
 قیود بیہوشی کہ تو یہ ہے (اوس شخص سے) میرے سطر احسن
 عطر کا کہنا ہے کہ اس عطر کا نام ہے لونا ہے اور اس عطر سے اداس ہو گئی
 از کہ اور یہ ہے اسے میرے سطر خدی مجنازہ
 عطر کی گیند تو یہ اس عطر فشان تا کمر

[illegible]

میر سطر (دولین) زرق تا بقدم ہر کجا کہ منے نگرم کرشمہ دامن دل میکش
کہ جا اینجاست - (نازنین سے) تشریف رکھئے - شاید آپ میری اس جبارت سے ناراض
ہوں مگر اس اشتیاق کا برا ہو جس نے یہ دن دکھایا -
نازنین مرے ستارے سے کیا کچھ ثواب ہوتا ہے -

میر سطر والتد یہ بات نہیں - یہ الٹی نکات - انصاف کیجئے کس نے زیادتی کیا
نازنین آپ تو قانون دان آدمی ہیں - انصاف کہ جو زیادہ پیچھا کر سکتے ہیں
میں آپ کی بدولت خانہ دیران ہوئی در بدر پریشان ہوئی (انسو ڈھڑبائے) اور ظالم ابھی تک
پیچھا نہیں چھوڑا -

میر سطر یہ غضب تو آپ کے شبہات نے ڈھایا -
نازنین بجا ہے آپ کی کونسی بات قابل طیشان رکھتی تھی - اور میں تو اب بھی
پور اسامان -

میر سطر اللہ اکبر! یہ مخالفت ہے - یہ احتیاط - ظالم اگر صورت کی طرح
وال بھی جیہ ہوتا تو تم لا جواب آؤ تہیں -
نازنین کاش آپ کے پاکیزہ الفاظ میں صدقہ نہ ملتا تو میں ہوتا تو کہیں نہ -

میر سطر (دولین) جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا - یہی حقائق ہیں کہ انہوں نے
کہا ہے کہ ایک دفعہ بود چو بیای غم - باتو گئے ہم ہر چہ کہ غم
کہ غم از دل بردو چو از زبان -

میر سطر خیر شبید میر کجا - یہ فواید
میر سطر کہوں نہ جوتی تو کہتی ہو رہا کہتے -
نازنین (پوچھا) کچھ نہ کہتے -
میر سطر اسے ظالم اس قدر جندی قول سے ہر گئی -
نازنین میں جانتی ہوں جو آپ کہیں گے -

بیرسٹر آیتہ رو نماست جانِ دل تو ہم از دلِ خویش پرستِ حالِ دلِ من
نازنین یہ سب کچھ تمہیں سچ ہے مگر۔
بیرسٹر اس مگر کی کیا ضرورت ہے۔

دلِ بردی و دلِ داری نہ کرو می۔ غمِ دادی و غمِ داری نہ کرو می
نازنین اپنے ہی غمِوں سے فرصت نہیں ملتی۔

بیرسٹر یہ تو میرا صبر ہے۔
نازنین خیر کچھ ہی ہو۔ سنئے صاحبِ آپ نے جو کچھ کیا ہے اس کی ثنات
نہیں آئندہ اگر آپ میرے حال سے تعرض نہ کریں تو آپ کی عنایت ہوگی۔

بیرسٹر میں نے جو کچھ کیا عالمِ الغیوب خدا ہے وہ رو پیہ کے لایح سے
نہ تھا میں کہ چکا ہوں کہ وہ سب امانت ہے البتہ آپ کی ضد نے ضد دلائی تھی مگر افسوس ہے
کہ اوس میں ہی آپ ہی کا کامیابی حاصل ہوئی۔ میرا دل نہیں مانتا کہ آپ کو اس عالم میں
دیکھوں۔ افسوس آپ کیونکر گوارا کرتی ہیں کہ مجھے ایسی زدہ حالت میں دیکھیں۔

نازنین یہ تو پرانا سوال ہے اور اس کا وہی جواب خدا کے کارخانہ عجیب
اور اس کی قدرت کے رازوں میں کہہ کر بخار بند ہے۔

بیرسٹر تم تو اپنے دل کی خدا ہو باقی یہاں نہ۔
نازنین ہر شخص دوسرے کی مانند ہے۔

مجبور ہے۔ گو کسی امر میں اختیار نہ ہو۔ اگرچہ ناجائز ترقی طور پر ہوتا ہے۔ اس کے برعکس تو
انسان کے اختیار میں نہیں کہ چاہے۔

بیرسٹر نکلتے ہیں ہے غم و اندیشہ کے شائے نہ بنے
نازنین یہ تو بات ہلاکت ہے۔ شائے نہ بنے

افسوس تو آپ کو خدا دے دیا اور ان کی جان نہ روگہ۔ گناہ ہے۔

نازنین یہ تو بات ہلاکت ہے۔ شائے نہ بنے
بیرسٹر یہ تو بات ہلاکت ہے۔ شائے نہ بنے

ایسی موٹراہ کی کہ تازہ بین انور بھی بنیاب ہوئی۔

اثر اتنا قویاں سے اسے مرے اللہ نالہ میں وہ کہہ اٹھیں کہ میرے بے قرار آہستہ آہستہ
دونوں کی آنکھوں میں آنسو بہہ آئے اور قوتِ لطف نے ایسا جواب دیا کہ بڑی دیر تک
لبوں پر ہر سکوت لگی رہی۔ ہاں آنکھیں دیکھتی تھیں اور نانی انصیر بیان کر دیتی تھیں
مگر ایک جانب سے وہی مضطربانہ اصرار تھا اور دوسری طرف سے باجیا انکار تھوڑی دیر
اسی حالت میں گزری آخر دلربا لوز انگڑائی لیتی انچل کو سنبھالتی اٹھی اور نانی انشہ
کہہ کر جاسٹے کا ارادہ کیا۔

خیر امیدوں کا تو خاتمہ ہو چکا تھا وں کا خون بھی مہولیا آرزو میں تھا
میں مل گئیں۔ میں سچ کہتا ہوں میری۔ تم نہیں جانتیں کوئی روٹھے روٹھے میں سے
ہے۔ ایک گھونٹ زہر ہلاہل کا دیتی جاؤ کہ بہتہ قسط ہی تمام ہو جائے۔

(شرمیلی آواز سے) غرض خدا کے ہاں ہی آپ میرا پیار بڑھ چکا ہے
میں نے معاف کیا ہے ڈر کے کہو انہ میرا قاتل کیا رہے گا اسکی
گردن پر وہ خون جو چشم تر سے عمر بہہ روں دیا ہے کچھ۔ خیر تم خود ہی سر پہنکے۔ آپ
بہت شکایت بھی نہ اٹھائے گئے تھے۔ مگر یہی اور باقی ہے کہ اپنا حساب سمجھ لیجئے۔
آپ جیتیں اور میں ہار۔

میرا کوئی حساب نہیں نہ یہاں نہ خدا کے ہاں یہ سچ کہتی ہوں کہ مجھے
دعوت ہے شہید بننے پر۔

معاف کیجئے۔ یہہ آپ کے کاہن استاذ ہیں یہہ نوٹس یہہ حساب کا یہہ
لکھا ہے خدا کا نام۔ دکانیں سب آباد ہیں۔ باغ کوڑو یہہ وہاں ہو گئے ہیں۔ جہاں پہنچے
نام سے پہنچے سیرت و اخلاق کے چکا ہوں جو کچھ سمجھو وہاں ہو۔ اسے میں نے نوٹس مہرہ میں
ماز میں یہہ یاد ہے جو چھٹا کوئی ہے۔ سنا ہے کہ کس کو ہو۔ میں نے کوئی نہ کوئی
بیرسٹر جو سب سے فائدہ کوں شاعر کیا کہ تو نے کہا اور سمجھا بچا کہ دینے سے پہلے
سے قدم اٹھایا۔ یا ماسا تھہ ہوئی یہہ دروازہ ایک نہ پہنچے پہنچے کہ تو نے کوئی نہ کوئی

خود دوڑی دوڑ کر اٹھایا۔ پیشانی سے گرد پونچھی اور اپنے رومال سے ہوا دینے لگی۔ مگر پھر خدا جانے کیا خیال آیا کہ اسی حالت میں چوڑا ماما کو تاکید کی کہ یہیں رہے۔ اور خبر گیری رکھے اور خود پالکی میں بیٹھ بیٹھ جاوے جا یہاں پہنچا ہوا دل میں تاب تھی نہ ہاتھ پیروں میں طاقت۔ بیٹھکل سنبھالا اور دیوانخانہ کی راہ لی دلیں کہتا تھا کہ یہ ملاقات نہ تھی قضا کا ہاتھ تھا اسی ہاتھ موت کو اٹھاتا۔ مگر کہاں! میں تو زندہ ہوں اگرچہ مروں سے بدتر۔ مرنے تو اس الم کو تو چھوٹ جاتا یہ کہہ چکا کہ آج نہ آئے اور آئے بن نہ رہے۔ قضا سے شکوہ نہیں کہہ سکتا یہ کیا کہتے۔ اوہر یہ ادبیر بن ہی کہ قضا نے دکھارے کہ آج ہی آئے۔ جسے ہشیار باش!! اقدم دیوانخانہ میں رکھا ہی تھا کہ شیخ نے بوجھا انعام راسٹر کہاں ہیں۔ مگر دیکھا تو ایک اجنبی شخص پر لے بانگوں کی وضع میں نکلا۔

پیشینہ ہو گئے۔

انعام و عشر

تو فریاد کیا کہ مجھے تک بلا دین۔

اغبني

میں افسوس کرتا ہوں کہ وہ میرے بلانے سے کبھی نہ آئی۔

انعام: عشر

آپ اذن سے واقف ہیں۔

افعی

میں اوں سے انجانی :۔

1

تو مجھ کو کہ وجہ نہیں ہے۔ یہ میرا کہ وہ آپ کے ہاں ہے۔

اجنبی

خدا مین یا آپ کو با کلمہ پڑھائیں۔

مجھے یاد نہیں کہ انہوں نے مجھے کس طرح سے روک دیا۔

10

مجلسه ۱۰۰۰

100

000000

۱۰۰

نویسندگان: دکتر سید علی حسینی، دکتر سید علی حسینی

ہم سب کو ایک ہی جہان میں لے آئے ہیں۔

ایک جان اور دو قالب ہیں مین کہا ہوں کہ مین اور وہ ایک جان اور ایک ہی قالب
اجنبی اگر مین اون کو یہاں نہیں پاسکتا تو مجھے جلدی داپن چاہیے
انعام اللہ آپ واپس جائیں جب تک کہ اپنا مطلب چھڑے نہ کہہ لیں۔
اجنبی مین آپ سے نہیں کہہ سکتا۔

تو وہ آپ کو سامنے کے کمرے میں لے گئے۔ اجنبی شخص کو مین
داخل ہوا۔ اور ساتھ ہی دوسرے دروازہ سے انعام اللہ بار سٹر اندر گئے۔ ایک
لمحہ نہ گذرا تھا کہ ایک آواز ہائے ظالم کی یافتہ بکیا کی سنائی دی جس نے تمام لوگوں کو
سہا دیا وہ اندر داخل ہوئے تو بیرسٹر کو تڑپتا ہوا پایا۔ اجنبی نے بہانہ چاہا مگر
بعض نے اوس کو پکڑ لیا اور بعض بیرسٹر کی جوفاک و خون میں لوٹ رہا تھا تیار داری
بیرسٹر نے ہوتے ایک ڈاکٹر کو لینے دوڑا۔ اجنبی شخص کو کشان کشان پولس کے
حوالہ کرنے لے چلے۔

بیرسٹر بنا کر وندر سم خوش ہوئے۔
نہایت سے کہتے ہیں کہ یہ ایک عجیب سی بات ہے۔

اجنبی دیوانہ وار بہا رہا اور مین نے تڑپتا ہوا کہ تو ظالم سے
اس نے جھگڑایا تھا۔ گلاب لوگوں کے درمیان چھوڑ دے۔ میرم مرگے۔ یہ تیری
یاد نہ ہوگی۔ یہ جرم عشق تمام کے گنہگار بنائے گا۔

تو نیز بیرسٹر نام آگے خوش تماشائی بنے۔
بیرسٹر نے کہا کہ اس کے پاس ایک اور شے ہے۔
دیکھو یہ شے اس کے پاس ہے اور اس کے پاس ہے۔

بیرا جو کوچہ قافلے کوئی پوچھیں گے۔
حالا یہی کوئی مین نہ مارو یہاں مجھ آنکر یہ شے ہے۔

آج تو تعطیل ہے کل تمکو مدارالمہام بہادر کی خدمت میں لے چلین گے
 بہتر ہے مگر موجودہ صورت تو کچھ تشفی بخش ہے۔ نہیں۔
 کیسی باتیں کرتے ہو میان سلسلہ عہدہ ہے کوئی دشمن دیکھتا۔
 بہت اچھا میں انکار تہیڑا ہی کرتا ہوں۔ بہر کل تو شاید یہیں نہیں
 شام کو موقع نہیں۔ ہماری گاڑی کام کی نہ رہی اوس پر سائیس پیار۔
 خیر گاڑی کا بندوبست ہو جائیگا۔ مگر آدمی کی قلت نے بڑا ستیا
 جب سے حبیب گیا کوئی ڈھنگ کا آدمی ملنا ہی نہیں۔
 وہی کونسا ڈھنگ کا تھا۔ آخر آپ کا کیا کیا لے گیا۔
 میری گھڑی ایک تو نہیں ملتی دوسرے دو نوٹ قلمدان ہی میں
 کہہ کر چلا گیا تھا وہ غائب ہیں۔ غرض صرف تین سو کا نقصان ہے سستے چوتھے
 خوب پہلے کچھ قیمت ہی نہیں۔
 فی الحقیقت نہیں۔ ورنہ اس سے زیادہ جرانہ کا تو میں مستوجب تھا
 اُسکی تو عجب افواہ ہے وہ کونسی سر صاحبہ تھیں۔
 لاجل و لا قوتہ تنے کس کا ذکر کیا۔ اوسی کجنت لے تو مجھے یدنام کیا
 اچھا ہوا بہاگ گئی۔ جس کم جہان پاک۔
 آخر وہ تہی کون؟
 مجھے کیا خبر۔ تم کو اس کی کیا کریدنی لگی ہے ودر کرو قصہ کو۔
 زور اٹھیر کر چچی صاحبہ کے انتقال کی تو آپ کو خبر پڑا۔ گئی۔ خط
 پڑھا تھا نا؟
 ہاں بہائی چچہ بہت افسوس ہوا۔ اول تو قاضی محمد حسن صاحبہ
 سے کہہ کر لیا کہ جو صدقہ فقہ تھا۔ اور اب ترک گویا گزشتہ دیر میں جو گیا۔
 وہ ترک جہاں رہا یہ کہہ کر تہی چچہ گیا تھا۔
 مان پیچ ہے مگر آسکے اخبار میں ایک عیسویہ حادثہ تھا کہ

دن کو ایک خون ہو گیا۔

کب کیا واقعہ ہے ؟

اکرم

حامد

تم خود ہی پڑھ لو ٹھہر و اخبار لاؤں ۔ (اخبار دیکر) یہہ کون اکبر علی ہے ؟ اور یہہ انعام اللہ بیچارہ کون سے بار سٹریٹ ہیں ۔ ہ میں تو کسی سے واقف نہیں

اکرم

(اخبار دیکر) یہہ تو حسن و عشق کے کرشمہ ہیں ان سے میں زبلاہ واقف ہوں ۔

حامد

کچھ معلوم ہے باعث صداقت کیا تھا ۔

اکرم

وہی زن ۔ زمین ۔ زمین سے ایک ۔

حامد

یہہ تو میں ہی جانتا ہوں ۔ ان تین میں سے باعث تھا کون ؟

اکرم

زن اور زر ۔ آپ نے اگے پڑھا نہیں کہ قاتل نے کیا کیا تھا ۔

بجرم عشق تو ام سے کشند و غوغا متست ۔

تو نیز بر سر بام اگر خستش ترا بیت

مجھے یہہ قصہ سہ ۔ سے معلوم ہے اور کیا اثر اتقلق بچا احسن صاحب سے کہ

ہاں سے بھی ہے ۔

مازم

صاحب مولوی برکت اللہ صاحب تشریف لائے ہیں ۔

حامد

لا حول ۔ "اتو کس وقت آئے ہیں ۔ اچھا بالانو ۔

اکرم

اسکے تجلیہ میں سنتے گا ۔

ایک

سورہ نو سیر شمس : اے صبح اور رات یا اگر صبح بنا شد تہستانی ۔

روشن کیا قسمت ۔ یہہ عالم و بچی خواجہ کے کرد میں ہے ۔ کچھ عجیب ۔ یہہ یوں ہے کہ

ہر شے دیکھ دیکھ کر ہر شے دیکھ کر ہر شے دیکھ کر ہر شے دیکھ کر ہر شے دیکھ کر

تو کسی نے نہ دیکھا کہ کیا ہے وہ دلی میں کہہ رہا ہے ۔ وہ کیا آج رہا ہے

نہ تمام ہوگی۔ کچھ ہی ہومین تو صبح ہی دلی روانہ ہوتا ہوں انوس میں نے ایسی
 غفلت کی کہ اوس پر ایسی ایسی جیتی اور میں نے خبر نہ لی میں کیا جواب دوں گا۔
 میری تو اوس سے چار آنکھیں بھی نہ ہو سکیں گی۔ ہائے کہیں چار آنکھیں
 ہوں تو سہی۔ خدا یہ دن تو دکھائے۔ پھر تو منا ہی لین گے۔ خدا جانے اسوقت
 کھان ہوگی اور کس حال میں ہوگی۔ میری پیاری الوز۔ بیشک میں خطا دار ہوں
 مگر کبھی غلط تو بھیجا ہوتا مگر اللہ رے ضبط اور آف رے حوصلہ! کہ خود پیش قدمی
 نہ کی۔ یہی باتیں تو میرے دل کو چینی لیتی ہیں۔ یا اللہ صبح ہو اور میں روانہ
 ہوں۔ بہاڑ میں جائے نوکری رخصت نہ ملی تو میں تو استعفیٰ داخل کر دوں گا۔
 اب تو بتی اشب دہل صبح نہ کوئی۔ یا اللہ صبح نہ باشد شب تنہائی را۔ لاؤ دیکھو
 رخصت تو کچھ رکھوں کچھ بسین وقت کٹے۔

درخواست کچھ کر نام کی گھنٹہ میں دیکھا تو بارہ بج کر کچھ منٹ گزرے تھے۔
 حامد یہاں آؤ حیدر علی حیدر علی (دور سے) حیدر علی
 بس سوچکے اٹھو حیدر علی۔

حیدر علی دوڑتے ہوئے آکر) سرکار خیر ہے ارشاد۔
 حامد دیکھو اکرم سو رہے ہیں اجاگتے ہیں اگر سوتے ہوں تو آہستہ سے
 جگا کر یہاں بھیج دو۔ کچھ کام ہے۔

حیدر علی اکرم کے کمرہ میں گیا۔ حامد اپنے کمرہ میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں اکرم آکر پہنچے
 اکرم اسی حضرت بہہ بیوقت یاد فرمائی! آج مزاج کیسے ہے اجاگر ہے
 تو آج آپ پر عجب اثر کیا۔

حامد اللہ کا ارادہ انسان کے ارادوں پر غالب ہے۔ کل سیر کرنا
 کرنے سوچے تھے۔ اس وقت مجبوراً اون کو دو ہفتہ کے واسطے استومی کرنا ہوا
 ہے۔ انانیا باطینان سے روزانہ تم سے آج سے پورے چھ روزہ نہیں آلوں گا۔

اکرم آپسی حیدر کیا کہیں آپ جلتے ہیں۔

ہاں - دلی - (ملازم سے) اسباب باندہ صرف بستر اور کبکین
 روزمرہ - کہ بیٹھ کر کپڑے لیلو اور بس -
 اکرم
 اس قدر عجلت کا آخر باعث -
 حامد
 باعث میرے آنیکے بعد معلوم ہو گا - اس وقت آنا کہدینا
 کافی ہے کہ میرا ہی اس بخوار کی خبر میں حصہ ہے اور بہت بڑا حصہ -
 اکرم
 میری رائے میں تو اس قدر عجلت خلاف دانشندی ہے -
 حامد
 یہاں دانشندی پر لغت بیٹھتے ہیں - اچھا آپ جا کر سوئین میں
 رہیں - اب حامد رکنے والا نہیں -

ہے جہین سو نہیں نکھت گل جا کے باغ میں

بس کب تک التجائے نسیم سحر کر دین -

راستہ کیا تھا - دلی دروازہ کے باہر اچھا یہ زیر ترین تھا کہ
 کچھ غصہ نہ ہو اور روشنی سے چمک رہا ہے اس سے غیر چاندنی کی روشنی
 میرا دل غیب پہاڑ دکھا رہی ہے - اور چونکہ سنسائی کا عالم ہے وہ سنسائی
 کے لئے نہیں ہے بلکہ یہاں پہاڑ ہے - کہیں ہرے ہرے ٹیلے نظر آتے ہیں
 میرا دل ہر طرف دنگ ہے دنگ ہے دنگ ہے دنگ ہے دنگ ہے دنگ ہے دنگ ہے
 دنگ ہے دنگ ہے دنگ ہے دنگ ہے دنگ ہے دنگ ہے دنگ ہے دنگ ہے دنگ ہے
 دنگ ہے دنگ ہے دنگ ہے دنگ ہے دنگ ہے دنگ ہے دنگ ہے دنگ ہے دنگ ہے
 دنگ ہے دنگ ہے دنگ ہے دنگ ہے دنگ ہے دنگ ہے دنگ ہے دنگ ہے دنگ ہے

کہ تیرے سنسائی غریبان میں گیسوا میں است
 اس میں اور تو کوئی نظر نہیں آتا - ہاں خدا جانتے ہیں کہ
 دلی میں کیا سنا ہے کہ تیرا اس دور کے دین میں ہر طرف سے ہے کہ

نصیب کرے یہ سب اُن کی برکت ہے ورنہ میرا کیا سُنہ تھا کہ ایسی خوبصورت وضع بناتی اور اُس نے چاہا تو اگلے سال دیکھنا۔

مازنین (پانچ روپیہ بطور انعام دیکر) ہاں بیشک تو بڑی محنت کرتی ہیں (سلام کر کے) یہ آپ کی قدر دانی ہے اُس دو نو جوان میں چین دے چلے اُن کیاریوں کو بھی ملاحظہ فرمائے۔

اچھا چلو۔

یہہ انور کی والدہ سیدالت بیگم کا مزار ہے مازنین نے ارد گرد کی زمین خرید کر اپنے گھر کے باغ میں اس کی قبر سے دل بولا ہے۔

مزار بیچ میں واقع ہے چاروں طرف چار شاد فشاں گائیاں ہیں گویا ہر طرف کے حصہ دینے پر تین تین فٹ چوڑے راستے ہیں۔ غلٹ کے تاروں پر چار اور مربع کیاریاں بنائی گئی ہیں جن میں تمام خوشنما پھولوں کے درخت ہیں اس قطعہ کے گرد بڑے بڑے میوہ دار درخت ہیں جن پر سب سے کتنے میوے پھرتے ہیں۔

مازنین انور کے ساتھ اٹھی اور تمام قطعہ کا ایک چکر لگایا۔ مازنین کی تمام کی تاثیر سے اس کی ایک عجیب کیفیت پیدا کی کہ بڑی ہی خوشی سے اس کی سیر کرتی۔

مازنین سے تو بہا اور کھاروان کے کھدے کے کہیں اور بھی نہیں ملتی تھیں۔ اس کے کپڑے تو پتیلی کے کپڑے تھے۔ یہاں مازنین وہ درگاہ کے پرستاروں کے ساتھ تھیں۔ مازنین تو اس کے ساتھ گئی تھیں۔ وہ سب گھر پر تھیں۔ مازنین کی سیر کرتے کرتے وہ ایک باغ میں گئیں۔ سب گھر پر تھیں۔ چاندنی کھلی رہی تھی۔ مازنین تو اس سے فاصلہ پر ایک پتھر کی خوشنما عمارت دیکھائی دی۔

مازنین نے ان اس عمارت کی سیر کر کے آگے قدم بڑھائے مگر خوف معلوم ہوا۔ یہ سارا وہ خوشنما کی گلیاں مگر ماسانی کے عالم میں چاندنی کی بہار ایسی بہانی کہ وہیں کھڑی رہیں اور زمین کو تکتے لگی۔ تنہائی کے عالم میں پچھلے خیالات نے دل کو گھیر لیا۔ تہندی

چکے ہی چکے التجا کر کے پہر آئیں۔ آخر کار ضبط کا یار نہ رہا۔ اور ہونٹوں کے خنجر نے
 کسی پچھڑے ہوئے کی یاد کا اظہار کیا۔ حامد غذا جانے تم کہاں ہو اور میں کہاں۔ اگر بھول
 گئے تو تمہاری خوشی مگر تمہاری یاد اس دل سے دل کے ساتھ جانے تو بڑا کراہی اور تپتی
 تمہاری صورت نظر آتی تو اس منظر کی خوبی اور دو بالا ہو جاتی ۵

بہ لہجہ رسیدہ جانم تو بیا کہ زندہ مانم
 پس زان کہ من نہ مانم بچکار خواہی آمد
 یہ لفظ ابھی پورے پورے زبان سے ادا نہ ہوئے تھے کہ پشت کے پیچھے کسی کی
 آہستہ معلوم ہوئی۔ دل پر خوف چھا گیا اور آنکھیں نہایت اضطراب سے اس بید کو
 دیکھ کر بڑھکے مڑیں تو سامنے حامد کی صورت نظر آئی۔ تھوڑی دیر تک اس کی طرف سے
 چشم نہ اٹھا۔ ایک کی ہی زبان سے کوئی لفظ نہ نکل سکا وہ نو آسنے۔ اس نے کھڑے ہو کر
 اس کی شکل حیرت و تعجب سے نگاہیں رکھ رہے تھے کہ شوق کا تقاضا ہوتا ہے کہ دل
 سے کچھ کہے۔ مگر ابھی شرم مانع ہوتی ہے کہ مدتوں کے پچھڑے اب کیا تعلق رہا۔ دونوں کا
 انداز بہت عجیب تھا۔ دونوں سے آنسو بہا کر کلفت ہو رہے تھے۔ دو لڑکی آنکھوں سے
 آنسو گرا رہی تھیں۔ لیکن لبوں پر ہر کہتہ لگی ہے۔ تھوڑی دیر میں دونوں نے
 دیکھ کر ہنس پڑیں۔ اس نے اپنے ہاتھ انہیں کی طرف بڑھائے۔ ہاتھ کاٹنے اور
 منہ کی آواز آنکھوں سے آنسو پوچھ سکے۔ اس حرکت نے اور آگ لگا دی۔ ہنس
 آنکھیں اور زیادہ اشک بار ہو گئیں۔ نازنین کے قہر اور کھڑا کرنے لگے۔ اور
 ان کے منہ کی دھڑکیاں سننے سے سنبھلا۔ اس نے دیکھ کر انہیں انہیں کی حرکتوں کو نہیں
 دیکھا۔ ہاتھ سے منہ پر۔ مگر فوراً کچھ خیال آیا۔ اچھا دلہا دلہی با کھلی ہاتھ
 چھو کر دیکھ رہی ہیں۔ مگر یہ تو کونسا شوخی ہے۔ یہ بیچھے بیٹا ایک نئے دور سے
 انہیں کی نظر سے دیکھا اور ساتھ ہی کچھ سرت بہر سے خیال نے چہرہ پر شگفتگی پیدا کی
 اچھوٹا دلہا کی یہ صورت نہ پر دیکھائی دی۔
 مگر یہ آپ کا صورت دیکھ کر خیال آیا۔

جب آپ ہی نے خبر نہ لی تو خبر دینے سے فائدہ ۔

二

آج آپ کھان پہناتے کھان - خدا جانے خواب ہے یا خیال
نہ خواب ہے نہ خیال آپ کا جذبہ شوق -

66

میرا جذبہ شوق اگر اس میں اثر ہوتا تو اتنیک کیا آپ حیدر آباد رہتے۔
 بہت جتنا تو مشکل ہے کہ وہاں کن کن پیچیدگیوں نے رکھا اور کس کن
 آپ کی یاد نے نہیں ستایا۔

12

46

شاید اینها بنویسند که کونی شکایت نه بود که کونی -

مازنی

یہ تو میرے واسطے زیادہ افسوس کی بات ہے کاش آپ نے مجھے بتا دیا کہ
 نہیں تو آپ یہ خیال نہ کیجئے کہ مجھے افسوس نہیں رہا چاہئے کہ
 جس محبت نے مجھے رسوا کیا اور بے گناہ قرار دیا ہے۔

ab

11

پہنچ کر کشتی کے لئے

46

مجلس شورای ملی

13

ہم کو یہ یاد رہے کہ ان کے لئے جو کچھ ہے



۹-۱۰

7

جب شام فراغت ہوئی تو میری قریب ہزار ہیندر

11

400

46

1

505

... ..

تاریخ

میرزا محمد علی خان قزوینی

مجلس

بہارِ قیون : گنجینہٴ کتب و نسخہ

6

نہیں کہ تو میں نہ جانوں کہ جب تک مجھے یقین نہ ہو کہ میرا دل

11

1. *Chrysomelidae* (Colorado potato beetle)
 2. *Chrysomelidae* (Colorado potato beetle)
 3. *Chrysomelidae* (Colorado potato beetle)
 4. *Chrysomelidae* (Colorado potato beetle)
 5. *Chrysomelidae* (Colorado potato beetle)
 6. *Chrysomelidae* (Colorado potato beetle)
 7. *Chrysomelidae* (Colorado potato beetle)
 8. *Chrysomelidae* (Colorado potato beetle)
 9. *Chrysomelidae* (Colorado potato beetle)
 10. *Chrysomelidae* (Colorado potato beetle)

یہیہ نو روز ازل میں فیصلہ ہو چکا ہے
حامد کا چہرہ خوشی اور مسرت سے چکنے لگا دسے نازنین
انور کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا گاڑی بان کو آواز دی اور دونوں سوار
ہو کر چلے گئے۔

بیان ہو۔ یہ ہیں اور فسانہ میں فرضی مگر جس زمانہ کا ناول میں ذکر ہے۔ اگرچہ
اوسمیں وہی واقعات نہ ظہور میں آئے ہوں مگر ویسے ہی حوادثات واقع
ہوئے۔ جیسے ہیں۔ علاوہ انہیں ناول سے اوس ملک کے باشندوں
کے عادات۔ خیالات۔ چال و چلن۔ رسم و رواج۔ معاشرت۔ تمدن
کا حال ہو بہو اور واقعی معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ فرضی مثال میں ہو۔

کسی ملک کے مختلف قوموں اور فرقوں یا مختلف درجہ کی باشندوں
کے حالات میں بتائیں کا اظہار ناول سے بہتر کم ملے گا۔ گویا ملک کے تاریخی
فیکٹ واقعات نفس الامری کو دلچسپی کا جامہ پہنا کر انکھوں کے سامنے
لا دیکھائے ہیں۔ اور چونکہ ان واقعات میں حقیقت کی بود بیتی ہے اور
انسان کے سچے دلی جذبات کا اظہار کیا ہے۔ لہذا ناول مختلف قسم کے
اشخاص کے دلوں کا آئینہ ہے۔ اور صاحبان بصیرت کے واسطے عمدہ
سبق آموز۔

زمانہ کی نیرنگی:۔ ہر امر کی مشکلیں۔ الوالعزم اور ہمت
خیالات۔ بے سرو سامانی کے مصائب۔ امیدوں کی خرابی۔ یاس
اور حرمان اظہار کمال۔ ذاتی خوبیاں۔ شوق اور ضبط۔ بیقراری اور
خود راہی ہونا۔ جیسے جیسے ملک کے اندر۔ ہندو اور مسلمان۔ اپنی اپنی
عقیدتوں پر قائم رہتے ہیں۔ جیسے جیسے قوم۔ کسی شخص پر کسی زمانہ کی
واقعات کو دیکھ کر اس کی ہمت اور اس کے مطالبہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ پھر ان کا
اثر تاریخ میں ہوتا ہے اور ان کے جتنی جاگرتے مثال ان سے بہتر جو روزمرہ نظر آتے ہیں
نہا وہ ہوتا ہے۔ ناول میں ایسا چھوڑ دے کہ جو پھلور کو دیکھ کر جانتے ہیں
مگر وہ نہ سمجھتے ہیں کہ ان کے ہونے کا کیا اثر ہے۔ لہذا ناول کے قاری کو یہ سمجھنا
پڑتا ہے کہ ان کے ہونے کی حقیقت کیا ہے۔ اور ان کے ہونے کے اثر کیا ہیں۔ اور ان کے
کے ہیں۔ اور ان کے ہونے کا اثر کیا ہے۔ اور ان کے ہونے کے اثر کیا ہیں۔ اور ان کے

اور متحسن بن اوپر کار بند ہوں۔

قدیم زمانہ میں ہی جبکہ فسانہ کی بنیاد ان نیچرل مضامین پر تھی اور اب ہی جبکہ ناول نیچر اور فطرت انسانی کا غوث ہوتے ہیں عشق و محبت میں ان کی چاشنی ضرور ہوتی ہے اور اسی سبب سے متین اور سنجیدہ شعرا و شاعروں نے ناول کی وہ وقت نہیں ہوتی جو ہونی چاہیے۔ مگر سچ یہ ہے کہ جب تک کہ داستان میں محبت کا چٹنارہ نہ ہوتا ناول نامہ نہیں بنتا اگرچہ تہذیب یا ہندوستانی تہذیب کا اقتضایہ ہے کہ جوش محبت چہاں یا اسے احقاقیق موجودات کے ماہر جانتے ہیں کہ یہ مادہ تہذیب ہر فرد بشر میں ودیعت رکھا ہے۔ بلکہ حکمت الہی کا مقتضایہ یہ ہے کہ محبت کے رشتہ دلوں میں دوڑے ہوئے ہوں۔ اور اسی سبب سے محبت کو عدالت پر ترجیح دی ہے۔

خدا کا سب سے بڑا اور پہلا عطیہ محبت ہے اور دنیا میں اس سے زیادہ دل خوش کن اس سے زیادہ سچی مسرت بخشنے والا اس سے زیادہ شیریں اور مرغوب تحفہ نہیں ہے سچ یہ ہے کہ کچھ یگانا پاک محبت نے محبت کے نام کو بدنام کیا۔ اور کوتاہ نظر محبت ہی برا سمجھنے لگی۔ اس سے یہی انکار نہیں ہو سکتا کہ محبت کا دامن بہت ہی پاک و صاف ہے اور برائی کا ذرا سا خیال نہیں اور یہی اللہ اور بدنام کر دیتا ہے اور چونکہ انسان اپنی خواہشوں پر قاصر اور اس کے ضبط پر پورا پورا حاکم نہیں ہے اکثر سچی اور پاک محبت میں ہی جادہ احتیاط قدم ڈمکا جائے گا بہت احتمال ہے۔ اور اسی سبب سے لوگوں کے دلوں سے بے لوث محبت کا اعتقاد اٹھ گیا ہے۔ اور وہ نقش محبت عیب سمجھنے لگے ہیں لیکن اصل میں انسانی ضعف کا الزام محبت پر لگایا جاتا ہے۔ اگر سچی اور بے لوث محبت ہے تو انسان کے دل کے

حق پرستی کا کام کرتی ہے۔ جب محبت کا آفتاب چلتا ہے تو راست کا
ساندھیرا دور چو جاتا ہے اور ہر ایک تاریک خیال میں چمک اور روشنی
پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ ایک قدرتی اور فطرتی امر ہے کہ انسان کی
طبیعت خوبی پسند واقع ہوتی ہے اور جب قدر کسی میں زیادہ خوبیاں
نظر آتی ہیں اتنا ہے اس کا دلین گہر ہوتا ہے۔ اور ہمیشہ انسان کا دل
یہہ چاہتا ہے کہ اس کے متعلق ہر ایک چیز دل پسند ہو۔ ہر آنکھوں کو جسے
ہمیشہ دیکھنا ہے اور سین عیب یا کسی طرح کی ناپسندیدگی کیونکر گوارا ہو سکتی
ہے۔ لہذا اگر خوش قسمت سے حصول سے پہلے خود بخود اس سے اگر پہچان
علاوہ خوشی اور مسرت کے ہمیشہ آرام اطمینان۔ اور سلوک سے ناز
بسر ہوتی ہے۔

محبت سے پہلے جوش جو پہلے پہچان سے پہلے دلون میں پیدا ہوتے
ہیں بہت ہی بے غرض بہت ہی قوی اور بہت ہی پاک ہوتے ہیں اور
امتداد زمانہ یا حصول کی شکلیں اور کئے نقش دلون پر سے نہیں ٹا سکتے
حتیٰ کہ ناامیدی سے یہہ آگ اور بھڑکتی سپر جھلجھل اگر مذہب پر تشدد کیا
جائے یا بیچ کنی کی کوشش کی جائے تو ایمان اور زیادہ مستحکم اور عقائد
قوی ہو جاتے ہیں اس طرح محبت پر حقد ر ملا مستحکم ہوتا ہے۔ طبیعت
پاس بڑھتی جائے اقل شوق تیز تر ہوتی جاتی ہے کیونکہ جو محبت اسی
شخص سے ہوتی ہے جسکی خوبیاں تمام عالم میں نمایاں ہیں وہی معلوم ہوتی
ہوئی جسکی صورت تصور میں خیال دل غم میں ہر وقت ہمارے جسکے
نام کی دل عزت کرتا ہو۔ اور خیال سے طبیعت میں جوش اور لغت پیدا ہو
جسکی خاطر دنیا کے سیش و آرام سے معلوم ہوتے ہوں اور نہ دنیا تمام
دنیاوی مسرت کا منبع معلوم ہو۔ چنانچہ شوق خیال میں بند پر وازی
رائے میں علماء۔ دلی میں عالی حوصلگی۔ مادات میں شفقت پیدا کرتا ہے

برے خصلتوں کو دور کر کے پاک دامن کو قوت دیتا ہے۔
اہل محبت کے دامن گناہوں کو چھپا لیتے ہیں۔ کیونکہ محبت خطا کو نہ
نظر کرنے میں ناہنیا ہے۔ محبت عیبوں پر پردہ ڈال دیتی ہے اور کمالوں کو
ظاہر کرتی ہے۔ محبت کمی کو خاموشی سے چھپا دیتی ہے اور خوبیوں کو آشکارا
کرتی ہے۔

بعض اوقات محبت کا جوش اچانک اور یکایک پیدا ہو جاتا ہے ایک نظر دل میں
ایک لہر لہتی ہے کہ پھر کبھی نہیں نکلتی مگر محبت میں خواہ مرد ہو یا عورت پاک دامن
اور عصمت عجب بیش و بہا زیور ہے۔ یہ دلوں میں نہ صرف محبت قائم رکھتی ہے بلکہ
ان کو ہمیشہ جلا دیتی ہے اور محبت کی سچی خوشی اور فرحت بخش دیتی ہے۔ ازمین
وفاداری صداقت ثابت قدمی محبت والے دلوں کو زیادہ عزیز اور قیمتی کرتی ہے۔
دنیا کا آرام بلکہ اس کا عذاب اور عداوت پر ہر ہنسی پر ہر ہنسی جو لوگ اس پاک جوہر کو
اپنی طبیعت میں جذب کر لیتے ہیں ان کے دل میں وہ ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کی محبت کے قوت
صداقت اور عداوت کے عذاب فرمائے ورنہ ایسی مشکل حالت پیدا ہو جاتی ہے کہ

وَمَنْ عَظَمَ بِأَجْمَلٍ مِنَ السَّيِّئِ

نوٹ: اللہ تعالیٰ چارے گزشتہ خط میں معاف فرمائے اور ہمارے عیب بالکل چھپا کر ہم پر احسان کرے۔

میں نے اس کتاب کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں جو باتیں لکھی ہیں وہ سب سچ اور حقیقی ہوں۔

میں نے اس کتاب کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں جو باتیں لکھی ہیں وہ سب سچ اور حقیقی ہوں۔

میں نے اس کتاب کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں جو باتیں لکھی ہیں وہ سب سچ اور حقیقی ہوں۔

میں نے اس کتاب کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں جو باتیں لکھی ہیں وہ سب سچ اور حقیقی ہوں۔

میں نے اس کتاب کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں جو باتیں لکھی ہیں وہ سب سچ اور حقیقی ہوں۔
میں نے اس کتاب کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں جو باتیں لکھی ہیں وہ سب سچ اور حقیقی ہوں۔
میں نے اس کتاب کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں جو باتیں لکھی ہیں وہ سب سچ اور حقیقی ہوں۔
میں نے اس کتاب کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں جو باتیں لکھی ہیں وہ سب سچ اور حقیقی ہوں۔
میں نے اس کتاب کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں جو باتیں لکھی ہیں وہ سب سچ اور حقیقی ہوں۔
میں نے اس کتاب کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں جو باتیں لکھی ہیں وہ سب سچ اور حقیقی ہوں۔
میں نے اس کتاب کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں جو باتیں لکھی ہیں وہ سب سچ اور حقیقی ہوں۔
میں نے اس کتاب کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں جو باتیں لکھی ہیں وہ سب سچ اور حقیقی ہوں۔
میں نے اس کتاب کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں جو باتیں لکھی ہیں وہ سب سچ اور حقیقی ہوں۔
میں نے اس کتاب کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں جو باتیں لکھی ہیں وہ سب سچ اور حقیقی ہوں۔

روالہ پور، ۲۵ مئی ۱۹۷۲ء

کتا بون کے لئے کا پتہ

سچا و حزر ابیگ

نزدیکی بازار عیسیٰ میان - حیدر آباد وکین

میں نے اس کتاب کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں جو باتیں لکھی ہیں وہ سب سچ اور حقیقی ہوں۔